مجموعۂ تقاریر

سحرُ اللِسان

تالیف

محمد ضیاء الدین قاسمی ندوی

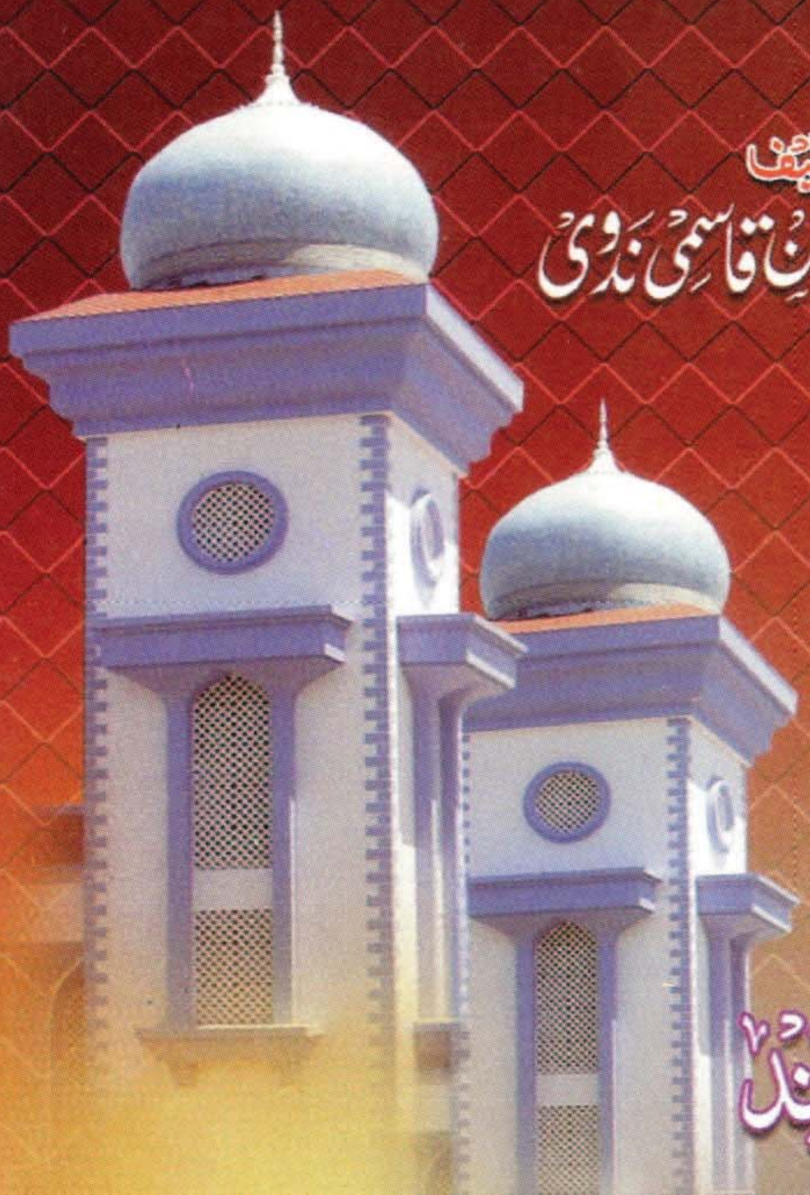

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

المؤمن یجاھد بسیفہ ولسانہ

سحر اللسان

از

مولانا ضیاء الدین صاحب خیرآبادی

مرتب

محمد داؤد القاسمی سہرساوی

ناشر

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند (یوپی)

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

تفصیلات

نام کتاب	سحر اللسان
مصنف	مولانا ضیاء الدین القاسمی الندوی
مرتب	محمد داؤد القاسمی سہرساوی
کاتب	ظفر الدین جماپوری فاضلِ دار العلوم دیوبند
ناشر	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
سنِ طباعت	۱۹۹۶ء
قیمت	روپئے

فہرست

۱	تقریظ حضرت شیخ صاحب	۵
۲	تقریظ مفتی حبیب الرحمٰن صاحب	۷
۳	تقریظ مولانا عبدالحیٔ صاحب	۹
۴	باتیں دل کی	۱۰
۵	انتساب	۱۴
۶	نعتِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۵
۷	سفیرِ رسول	۱۷
۸	قرآنِ کریم کی اہمیت	۲۴
۹	مقامِ صحابہ	۳۱
۱۰	خاتم الانبیاء والمرسلین	۴۲
۱۱	اسلام اور قومی یکجہتی	۵۲

۱۲	اسلامی سلام	۵۹
۱۳	حقوقِ والدین	۶۸
۱۴	جنت اور دوزخ	۸۳
۱۵	نکاح اور معاشرہ	۱۱۹
۱۶	تلک و جہیز	۱۲۸
۱۷	شب برأت	۱۳۸
۱۸	عید الفطر	۱۴۸
۱۹	قربانی	۱۵۵
۲۰	فرقہ وارانہ فساد	۱۶۸
۲۱	تخلیق انسان اور خوبصورتی	۱۸۵

تقریظ

فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا عبد الحق صاحب الاعظمی

شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد:

تقاریر و مواعظ میں بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، اور لوگ اس سے مستفید بھی ہو رہے ہیں۔ بالخصوص طلبۂ مدارس عربیہ اپنی زبان کی اصلاح کے لئے ایسی کتابوں سے زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں، لیکن بعض کتابیں ایسی بھی دیکھنے میں آئی ہیں جن میں الفاظ ہی الفاظ ہیں مواد کا نام نہیں اور بعض کتابیں ایسی بھی ہیں جن میں غیر معتبر روایتیں و حکایتیں پائی جاتی ہیں۔

الحمد للہ عزیز مکرم جناب مولانا ضیاء الدین صاحب القاسمی الندوی المدرس مدرسہ عربیہ منبع العلوم خیرآباد مئو جن کا ایک مجموعۂ تقاریر "سحر البیان" کے نام سے شائع ہو چکا ہے یہ مجموعہ عوام و خواص میں بہت مقبول رہا ہے، اور

اب انہی کی تقریروں کا دوسرا مجموعہ "سحر اللسان" کے نام سے شائع ہو رہا ہے۔ مجموعہ کے بعض مقامات کے مطالعہ سے بے انتہا مسرت ہوئی کہ عزیز موصوف نے الفاظ کی شستگی اور مضامین معتبرہ کی عمدگی کے ساتھ ساتھ عبارات کی ہم آہنگی کا پورا پورا خیال فرمایا ہے۔ نیز مسائل کے عقلی و نقلی دلائل سے اثبات کی پوری پوری کوشش فرمائی ہے اور موصوف اپنے اس مقصد میں بحمدہ تعالیٰ کامیاب بھی ہیں، اللہ جل شانہ سے دعاء ہے کہ اس مجموعۂ تقاریر کو عوام و خواص کے لئے مفید سے مفید تر بنائے بالخصوص طلبۂ مدارسِ عربیہ کیلئے رہنمائے تقریر ثابت ہو اور عزیز موصوف کو دیگر امورِ دینیہ کی انجام دہی کی توفیق مرحمت ہو۔

این دعاء از من و از جملہ جہاں آمین باد

والسلام

ناکارہ **عبدالحق** غفرلہٗ

خادمِ دارالعلوم دیوبند

یکم ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی مدظلہ
مفتی دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین سیدنا و مولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین:۔

مولانا ضیاء الدین صاحب خیرآبادی استاذ عربی مدرسہ عربیہ منبع العلوم خیرآباد (مئو) وعظ گوئی اور خطابت کی اچھی صلاحیت رکھتے ہیں ان کا بیان عمدہ اور مؤثر انداز میں ہوتا ہے، ان کی تقریروں میں سنجیدگی کے ساتھ دلچسپی بھی پائی جاتی ہے۔

یہ ان ہی کی تقریروں کا مجموعہ ہے جو انہوں نے مختلف موضوعات پر لکھی ہیں جنکو انکے شاگرد مولوی محمد داؤد سہرساوی سلمہ تدوین د

ترتیب دیکر شائع کر رہے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں ۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس مجموعہ کو قبولیت عطا فرمائے قارئین کو زیادہ سے زیادہ نفع پہونچائے اور مولانا موصوف کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے

(آمین)

والسلام

حبیب الرحمٰن خیرآبادی عفا اللہ عنہ

خادم دارالافتاء دارالعلوم دیوبند
یکم ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ

Phone 30434
Abdul Hai Almiftahi
Rector : MADRASA ARABIA MAMBAUL-ULOOM
P.O. KHAIRABAD MAU U.P. 276403
Montamim : MADRASA ARABIA DARUL-ULOOM
P.O BARAIPUR MOHAMMADABAD GOHNA
Nigran : MADRASA ARABIA DARUL QURAN
CHAMPARAN, BIHAR

عبد الحی المفتاحی
عمید المدرسۃ العربیۃ منبع العلوم خیرآباد مئو
الرئیس العام للمدرسۃ العربیۃ دار العلوم برئی فور محمد آباد گوہنہ
مشرف المدرسۃ العربیۃ دار القرآن چمپارن بہار

تقریظ

فخر ملت حضرت مولانا حافظ عبد الحی صاحب مفتاحی ناظم اعلیٰ مدرسہ عربیہ منبع العلوم خیرآباد (مئو)

ایک خطیب کا اصل کمال یہ ہے کہ وہ سامعین کے قلوب کو مسخر کر لے۔ اپنے انداز و بیان سے سننے والوں کو مسحور کر دے، اسکا کلام "اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا" کا مصداق ہو۔

الحمد للہ ابھی دو سال قبل "سحر البیان" کے نام سے مدرسہ عربیہ منبع العلوم کے استاذ مولانا ضیاء الدین صاحب قاسمی ندوی کی تحریر کردہ تقاریر کا مجموعہ شائع ہوا تھا، جو اپنے مضامین کی جامعیت، عناوین کی جدت و ندرت، الفاظ و عبارات کی جلالت و فخامت اور بیان کی سلاست، اسلوب کی دلآویزی کے سبب اسم بامسمیٰ تھا، اللہ تعالیٰ نے اسکو قبولیت سے نوازا اور طالبان علوم اسلامیہ نے اسکو ہاتھوں ہاتھ لیا، اور خواص نے پسند کیا۔

اب انکی تقاریر کا دوسرا مجموعہ "سحر اللسان" کے نام سے شائع ہو رہا ہے جس میں زبان اپنا جادو جگا رہی ہے، بیان اپنا اثر دکھا رہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سحر اللسان کو بھی مقبول بنائے اور طلباء عزیز کو اس سے نفع پہونچائے اور مصنف کی کاوشوں کو ترقی درجات کا ذریعہ بنائے۔

عبد الحی مفتاحی
۲۶ / ۳ / ۹۷ء

باتیں دل کی

قلم وقرطاس کی وادی میں قدم رکھنا تو بہت آسان ہے لیکن زبان وبیان کی پُرپیچ وخوفناک گھاٹیوں کو طے کرنے میں ماہرین کو بھی پسینہ آجاتا ہے پھر یہ بھی متعین نہیں کہ کامیابی وکامرانی قدم بوسی کرے گی، پھر میں کس قطار وشمار میں تھا کہ مصنفین ومؤلفین کی صف میں داخل ہوتا اور خدمت لوح وقلم کا نعرہ بلند کرتا مگر بسا اوقات قدرت کی طرف سے ایسے اسباب ووسائل مہیا ہو جاتے ہیں کہ کمزور دل، بے بضاعت انسان کے اندر بھی امنگ وحوصلہ کی مشعل فروزاں ہو جاتی ہے، کچھ اسی قسم کا معاملہ میرے ساتھ بھی ہوا۔

چند عزیز دوستوں نے ازراہِ تعلق ومحبت میری تقاریر کا مجموعہ "سحر البیان" کے نام سے شائع کیا یہ ان کے خلوص ومحنت کا ثمرہ تھا کہ اللہ رب العزت نے "سحر البیان" کو قبولیت سے نوازا جس سے میرے اندر بھی ایک حوصلہ پیدا ہوا کہ مزید کام کرنے کی ہمت پیدا ہوئی مگر میں نے کوئی عملی قدم بھی نہ اٹھایا تھا کہ کچھ اور دوستوں نے جو کہ مدرسہ عربیہ منبع العلوم میں دورانِ تعلیم

وترتیب میری تقاریر کو جمع کرتے تھے "سحر اللسان" کے نام سے طبع کرانے کا فیصلہ کیا، خاص کر برادر عزیز مولوی محمد داؤد سہرساوی قاسمی اور ان کے عزیز ترین دوست برادرم مولوی مفتی اشتیاق احمد دربھنگوی قاسمی (جنہوں نے اپنے دوستوں کی زبانی اس ناچیز کا تذکرہ سن سن کر نہ جانے کیوں ایک غائبانہ تعلق ومحبت قائم کر لیا تھا، شاید اللہ تعالیٰ نے اس گنہ گار کی مغفرت کے لئے ایسے نیک وصالح لڑکوں کے دل میں محبت پیدا کر دی ہے) اور برادرم مولوی ظفیر الدین جاپوری قاسمی نے بڑے شوق وجذبہ سے سحر اللسان کی ترتیب دیکر کتابت وغیرہ کے تمام مراحل طے کرنے کے بعد اس ناچیز کو اطلاع دی کہ ایسا پروگرام ہے ــــــــــ اللہ تعالیٰ ان مخلص دوستوں کی کاوش ومحنت کو قبول فرمائے اور ترقیات دارین سے سرفراز کرے (آمین) سچ تو یہ ہے کہ جب خلوص وللّٰہیت کی اساس پر کوئی کام ہوتا ہے تو اللہ کیطرف سے اس کی تائید ہوتی ہے ورنہ اس پاجی دور میں جبکہ دین وعلم سے بے اعتنائی بڑھتی جارہی ہے اور علم وعلماء کی قدر گھٹتی جارہی ہے کون سر پھرا اردو زبان میں وہ بھی دینی مضامین وغیرہ کو طبع کرا کر گھاٹے کا سودا کرے گا مگر خداوند قدوس ایسے حالات میں بھی اپنے نیک وحوصلہ مند بندوں کے دلوں میں عزم پیدا کر دیتے ہیں اور وہ ایک طرف علم ودین کی اشاعت کا سبب بھی بنتے ہیں، دوسری طرف اپنے گمنام اساتذہ کی شہرت وعزت کا ذریعہ بھی

بنجاتے ہیں، اوران کام کرنے والوں کے معاون ومددگار بھی پیدا ہوجاتے ہیں۔

بڑی ہی ناسپاسی ہوگی اگر میں مدرسہ منبع العلوم کے اساتذۂ کرام اوراپنے مخلص دوستوں کا شکر گذار نہ ہوں کہ اس ناچیز کی تحریر وتقریر اور دیگر علمی کاوشوں میں ہمت افزائی سے دریغ نہیں کرتے، اور مخلصانہ مشوروں سے نوازتے رہتے ہیں، خاص کر استاذ محترم مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی مدظلہ العالی استاذ فقہ مدرسہ عربیہ منبع العلوم، اور محب گرامی منزلت مولانا افضل حسین صاحب قاسمی استاذ تفسیر مدرسہ عربیہ منبع العلوم کا ممنون کرم اوراحسان مند ہوں کہ قدم قدم پر اس ناکارہ کی حوصلہ افزائی ورہنمائی کرتے رہتے ہیں اور میری تمام تحریروں کو شوق ودلچسپی سے پڑھ کر اس کی خامیوں کی نشاندہی اور اسکی خوبیوں کی تعریف کرکے حق تعلق ومحبت ادا کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان تمام لوگوں کو عمر خضر عطا کرے اوران کے فوائد وبرکات کو عام کرے اور ساتھ ہی ساتھ محب گرامی فیض احمد الاعظمی قاسمی اور برادر عبداللہ خالد خیرآبادی سلمہٗ متعلم دارالعلوم دیوبند کا خاص کر ممنون ومشکور ہوں کہ کتابت شدہ مسودہ کی تصحیح کا مشکل ترین اوراہم کام اپنے ذمہ لیکر تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کی مثال پیش کی، اللہ تعالیٰ انکے تعاون کو قبول

فرمائے ــــــــ انشاء اللہ العزیز انکی توجہ ومحنت کے بعد کتاب اغلاط سے پاک ہوگی مگر پھر بھی ممکن ہے کہ کتابت وغیرہ کی خامیاں کہیں کہیں رہ جائیں، اسی لئے گذارش یہی کریں گے کہ قارئین حضرات توجہ دلاکر مشکور فرمائیں۔

والسلام

ضیاء الدین القاسمی الندوی
خادم تدریس شعبۂ عربی مدرسہ عربیہ منبع العلوم خیرآباد
نزیل ــ دارالعلوم دیوبند

۱۱/۱۱/۱۴۱۷ھ

۳۱/۳/۱۹۹۷ء

انتساب

ان طالبانِ علومِ نبوّتؐ کے نام
جو تقریر و تحریر کے ذریعہ
دین اسلام کیخدمتؐ کا
عزم وحوصلہ
رکھتے ہیں

نعت

رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم

کاوشِ فکر ——— عبداللہ خالد خیرآبادی متعلم دارالعلوم دیوبند

کرے یہ مشتِ خاکی لاکھ اپنی سعیٔ امکانی
نہیں شایانِ شاں ممکن محمدؐ کی ثناخوانی

رَفَعنَالَکَ کے مظہر ہیں وہی ممدوحِ یزدانی
نہیں پاسکتی رفعت کو خردِ ادراک انسانی

رسولؐ اللہ کی معراج ہے تا عرشِ رحمانی
نمازِ پنج گانہ ہے مگر معراجِ انسانی

بشارت ابنِ مریم کی ہویدا ہوگئی جس دم
رکی ہے آتشِ فارس کی اسی دم شعلہ سامانی

اٹھائی چاند کیجانب جو انگلی ذاتِ اطہر نے
تو وَانشَقَّ القَمَر کی بن گیا تفسیرِ حقانی

وہی قد جاء کم آیت کا مصداقِ حقیقی ہے
منور حسن کے جلووں سے فضائے بزمِ امکانی

نہیں غم سانپ کے ڈسنے کا کچھ صدیق اکبرؓ کو
کہ غارِ ثور میں درماں ہیں خود محبوبِ سبحانی

زہے شانِ کرامت نامۂ فاروق اعظمؓ کی
ابھی تک نیل جاری ہے وہی باقی ہے طغیانی

شغف قرآن سے کتنا تھا ذوالنورین عثمانؓ کو
کہ مصروفِ تلاوت رہ کے دی ہے اپنی قربانی

ملا اقضیٰ خطابِ خاص دربارِ رسالتؐ سے
کرے گا ہمسری کیا اس لقب کی تاجِ سلطانی

صحابہ مثلِ انجم ہیں بفرمانِ رسولِ حق
انھیں حاصل رضی اللہ عنہم مژدہ قرآنی

سجائے کس طرح الفاظ مدحت کے لئے خالد
فصاحت کو تحیّر ہے بلاغت کو پریشانی

سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

الحمد للہ کفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہِ الّذین اصطفیٰ

امّا بعد: قال اللہ تعالیٰ وَمَا اَرسَلنٰکَ اِلَّا

مُبَشِّرًا وَّ نَذِیرًا ؕ

(پ ۱۵ ع ۱۲)

حضرات گرامی! میں اس بزمِ پُر بہار میں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، اس امید کے ساتھ کہ میری باتوں کو بغور سنا جائے، جب اسلام فاران کی

چوٹی سے پھیلنا شروع ہوا اور آپؐ اپنی روشنی سے دنیا والوں کو منور کرنے لگے تو باطل پرستوں میں کھلبلی مچ گئی اور ساری قوت وطاقت، دل ودماغ نور اسلام کے بجھانے میں صرف کرنے لگے، راستے میں کانٹے بچھا کر، پتھروں سے دبا کر، تپتی ہوئی زمین پر سلا کر، آگ کے انگاروں پر لٹا کر، پھانسی کے پھندوں پر چڑھا کر، گھر بار اجاڑ کر پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کو دبانے کی کوشش کرنے لگے، مگر حق کی آواز روز بروز بڑھتی ہی جارہی تھی،

حضرات! سنہ نبوی محرم کا مہینہ ہے کہ مکہ کے تمام لیڈروں نے مل کر ایک مٹنگ کی، ابوجہل نے پوری قوم کو للکارا کہ اے غیور عربو! جس کو ہم بچہ کا کھیل سمجھ رہے تھے وہ آج ہمارے دین اور عزت وآبرو کے لئے طوفان بن چکا ہے، جس دین کا چرچا محمد کر رہے تھے، ان کے ماننے والوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی ہے، ہمارے خداؤں کی توہین کی جارہی ہے، جھٹلایا اور ٹھکرایا جارہا ہے، اس لئے اے عرب کے بہادرو اب پوری طاقت سے آگے بڑھو، ورنہ وہ دن دور نہیں کہ مکہ سے ذلیل وخوار ہو کر نکلنا پڑے گا، ابوجہل کی تقریر نے پوری قوم کو گرما دیا، طرح طرح کی تدبیریں پیش کی گئیں، بڑی دیر کے بعد یہ ہولناک تدبیر پاس ہوئی کہ محمدؐ اور انکے ماننے والوں کا بالکل بائیکاٹ کر دیا جائے، ان سے خرید وفروخت، سلام وکلام، لین دین بالکل بند کر دیا جائے،

چنانچہ ایک عہد نامہ لکھ کر خانہ کعبہ کی دیوار پر لٹکا دیا گیا، یہ پوری قوم کا فیصلہ تھا، اس کے خلاف کرنے کا کسی کو اختیار نہ تھا، کسی کی مجال نہ تھی، مسلمانوں کو شعب ابی طالب میں بند کر دیا گیا، راستے پر پہرے بٹھا دئے گئے، مسلمانوں میں بچے، بوڑھے، جوان، عورتیں سب تھیں، کھانے کے سامان دھیرے دھیرے ختم ہو گئے، درختوں کے چھالے کھا کھا کر، کانٹے چبا چبا کر دن کاٹنے لگے، صرف ایک دن کیلئے پابندی ایام حج میں ہٹالی گئی، مسلمان گھاٹی سے باہر آگئے، کپڑے پھٹ گئے، آنکھیں دھنس گئیں، قدم لڑکھڑا رہے تھے،

حضرات گرامی! قربان جائیے ان مسلمانوں پہ کہ جس کی زباں پر کوئی شکایت نہیں تھی، مسلمانوں کی خستہ حالت دیکھ کر کفار قہقہہ لگا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے مسلمانو! کیوں تم اپنے آباء واجداد کا دین چھوڑ کر ہلاک و برباد ہو رہے ہو، تم اب بھی محمد کا ساتھ چھوڑ دو ہم تم پر سے یہ ساری پابندیاں ہٹالیں گے، مگر مسلمانوں نے جواب دیا کہ اے کفار سن لو! ہم حق پا چکے ہیں ہم دربار محمد میں اقرار محمد کر چکے ہیں، ہم پر اسرار محمد کھل چکے ہیں، انوار محمدی سے ہم فیضیاب ہو چکے ہیں، گفتار محمد نے ہمیں محو کر دیا ہے، الغرض ہم طوفان سے ٹکرا سکتے ہیں، خون کا دریا بہا سکتے ہیں، آگ کے بستر پر سو سکتے ہیں، بھوک سے تڑپ تڑپ کر دم توڑ سکتے

ہیں مگر مصطفےٰ کی رسالت کا انکار نہیں کر سکتے، اس ابتلاء و آزمائش کے بعد پورے تین سال مکمل ہونے والے ہیں، خوراکیں ختم ہو گئیں، درختوں کے پتے اور چھالوں کو بھی ختم کر ڈالے، عورتوں کی آنکھیں دھنس گئیں، جوان بھوک سے چکرانے لگے، پھول جیسے بچے ماں کی گودوں میں تڑپنے لگے، اس گھاٹی کا سب سے چھوٹا بچہ عقیل اچانک آنکھیں کھول کر اپنی امی سے کہتا ہے کہ ماں میں بھوک سے مرجاؤں گا، مجھ کو بچاؤ ورنہ میں مرجاؤں گا، ماں کے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا وہ بے تحاشہ اپنا سر زمین پر پٹخنے لگتی ہے، سر پھٹ جاتا ہے، لوگ اسے سنبھالتے ہیں اور وہ یہ کہتی ہے کہ مجھ کو چھوڑ دو میں اپنے لختِ جگر سے پہلے مرنا چاہتی ہوں،

ذرا سوچو کیسی سنگین گھڑی تھی، کتنا بھیانک منظر تھا، مگر رسول کی باتوں سے منہ نہ موڑا، آج ہم بھی تو اپنے رسول کی غلامی کا دعویٰ کرتے ہیں، اس لئے سن لیجئے اگر ہم نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، حج ادا کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، تب تو واقعی ہم اپنے دعویٰ میں سچے ہیں ورنہ ہمارا دعویٰ باطل اور بیکار ہے، ؎

دنیا والو!

پہلے مسجدیں تھیں کچی تو پکے تھے نمازی
آج مسجدیں پکی ہیں تو کچے ہیں نمازی

بھلا بتائیے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام نے

کتنے مصائب و آلام برداشت کئے اور ان سنگین گھڑیوں کو کیونکر برداشت کئے کیا وہ کمزور تھے؟ کیا وہ لوگ بے بس تھے؟ ہرگز نہیں، ایسا ہرگز نہیں، وہ تو عرش و فرش کے لوح و قلم کے، شجر و حجر کے، ارض و سماء کے، جن و بشر کے، حور و ملائک کے، خشک و تر کے رسول ہادی بنکر آئے تھے، اور جو رسول بنکر آتا ہے اسکو اللہ پورا قادر بنا کر بھیجتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اتنی قوت و طاقت تھی کہ اگر آپ صرف اشارہ کر دیتے تو پورا مکہ ہلاک و برباد ہو جاتا، پورے مکہ والوں پر پتھر برس جاتا،

بہر کیف عقیل اور ان کی والدہ کو دیکھ کر مکہ میں کہرام مچ گیا تھا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گرے ہوئے تھے، ابوطالب جو آپ کے چچا ہیں، آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بھتیجے اب برداشت کی طاقت نہیں، اب تلوار چلانے کی اجازت دو، حضور نے فرمایا انشاء اللہ آج ہم لوگ اس گھاٹی سے نکل جائینگے مسلمان پورے تین سال کے بعد آج دین و دنیا سلامت لیکر گھاٹی سے باہر آگئے

میرے دوستو! بہت کچھ کرنے کے بعد یہ دین ہم تک پہونچا ہے اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اس کا مذاق اڑاتے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اپنی امت کی نجات کے لئے غمگین رہا کرتے تھے، راتوں رات اپنی امت کی بخشش کے لئے خدائے تعالیٰ سے دعائیں کرتے تھے اور رویا کرتے تھے، اسی حال میں ایک دن حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لاتے ہیں اور یہ

خوشخبری اور پیغام سناتے ہیں کہ اے حضرۃ العزت، شہنشاہِ عالی جاہ، اللہ نے آپ کو سلام فرمایا ہے، اور حضرت جبرئیل علیہ السلام خوب جانتے تھے کہ حضور آخر کس وجہ سے غم گین رہتے ہیں، پھر بھی دریافت کرتے ہیں کہ آپ غم گین کیوں رہتے ہیں؟ فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نہ جانے میری امت کے ساتھ قیامت کے دن کیسا معاملہ ہوتا ہے؟ پھر حضرت جبرئیل حضور کو لیکر ایک قبرستان کے پاس گئے، جہاں کافر، مومن دونوں طرح کے مُردے مدفون تھے، جبرئیل ؑ ایک مسلمان کی قبر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہتے ہیں قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ، مردہ جونہی آواز سنتا ہے فوراً باہر آتا ہے اس حال میں کہ اس کا چہرہ روشن ہے، اور منہ سے کلمہ توحید لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی آواز آرہی ہے، آپؐ نے اس کا ملاحظہ فرمایا،

اسی طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک مشرک کی قبر پر اپنا ہاتھ مارتے ہیں اور کہتے ہیں قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ، یہ سنتے ہی مشرک باہر آیا اس حال میں کہ اس کا چہرہ کالا تھا اور منہ سے ہائے افسوس کی آواز آرہی تھی، حضرت جبرئیل ؑ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا، جس طرح ابھی آپ نے مومن بندے کو دیکھا اور کافر کو دیکھا، ٹھیک اسی حال میں اس دن بھی ہوگا کہ ہر کلمہ گو کو اسکی قبر سے اس کلمہ کے ساتھ اٹھایا جائے گا، اور کافر کی یہی حالت ہوگی جو آپ نے دیکھا، اتنا سننا تھا کہ آپ کو تسلی وتشفی ہوگئی،

برادرانِ اسلام! آپ نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسطرح اپنی امت کے لئے ہمیشہ محوِ تدبّر و تفکر رہا کرتے تھے، لیکن افسوس کہ ہم نے حضور کے امتی ہو کر آپؐ کو اس طرح بھلا دیا ہے، اور ان کے نقشِ قدم کو اس طرح ترک کر دیا ہے کہ ہمارا ضمیر خود ہم پر ملامت کرتا ہے۔۔۔۔۔۔ یاد کرو اس وقت کو جب کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہوگا، آپؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بلائیں گے اور بڑے بڑے دفتر دکھلا کر فرمائیں گے، اے فلاں دیکھ یہ تیرے گناہوں کے دفتر ہیں، وہ کہیگا اے میرے مولیٰ میں نے یہ سب گناہ کیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے تمہارے پاس ایک رسول بھیجا تھا وہ تم کو اس کے کرنے سے روکتا اور ڈراتا تھا لیکن تم نے اس کی بات نہ مان کر انکار و استہزار کیا اور اب تم یہاں عذاب الیم کا مزہ چکھو، اور فرشتے کو حکم ہو گا کہ اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو، اسیطرح جس نے اس دین کو دین مان کر اس پر عمل کیا تو اس کا معاملہ بہت آسان ہوگا،۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو صحیح راستے پر چلنے کی توفیق بخشے،

(آمین)

وما علینا الا البلاغ المبین

قرآنِ کریم کی اہمیت

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام
علیٰ سید الانبیاء والمرسلین محمد وآلہ
واصحابہ اجمعین، اما بعد:
قال اللہ تبارک وتعالیٰ: اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ
وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُون، (پ ۱۴، ع ۱)

آیئے اس بزمِ پرنور میں ذکر اللہ کی باتیں کریں،
برادرانِ اسلام! کتاب اللہ کی باتیں کریں، کلام اللہ کی باتیں
کریں، قرآنِ کریم کی باتیں کریں،

قرآن کریم رب العالمین کا وہ مبارک کلام ہے، جو رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر نازل ہوا، گذشتہ آسمانی کتابوں کے برعکس اس کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ خود خالق کائنات نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، اور اعلان فرمایا، اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ، ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے،

دوستو! قرآن کریم جو کہ سرچشمۂ رشد و ہدایت، منبع اسرار و حکم، خزینۂ رحمت و برکت، ذخیرۂ حکمت و موعظت، معدنِ احکام و شریعت، اور مرکزِ نجاح و فلاح، ذریعۂ حسن عمل، باعث صلاح و تقویٰ، اور فارق حق و باطل ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس عظیم الشان کتاب کا تعارف خود کرایا ہے، اور بار بار مختلف انداز میں کرایا ہے، لہٰذا ارشادِ ربانی ہے،

اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَہْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ، (پ۱۵ ع۱)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو مرکزِ ہدایت فرمایا ہے، اس لئے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے سیدھے راستے کی ہدایت مانگی ہے۔ ذرا غور کیجئے! آپ اپنی نمازوں میں قرأت کرتے ہیں، اور سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں تو کیا یہ نہیں کہتے؟ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ

اے اللہ! ہم کو سیدھے راستے کی ہدایت دیجئے، ان لوگوں کے راستے پر چلائیے جن پر آپ نے انعام کیا ہے ۔ ہر مومن بندہ پانچوں وقت کی تمام فرض، واجب، سنت،

اور نفل نماز میں سورہ فاتحہ پڑھتا ہے، ہدایت مانگتا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میرے بندے نے ہدایت مانگی ہے سیدھے راستے کی، دعا مانگی ہے، اصول زندگی مانگی ہے، دستور حیات مانگا ہے، اس لئے ارشاد ہوا میرے بندو تم نے ہدایت طلب کی ہے، تمہیں صراط مستقیم کی آرزو ہے، تو ہم تم کو ہدایت نامہ دیتے ہیں، رہنمائے منزل عطا کرتے ہیں، اور مشعل راہ بخشتے ہیں، پانے کے بعد کھونا نہیں، پکڑنے کے بعد چھوڑنا نہیں، یہی وہ آئین ہے جو تم کو ہم تک پہنچائیگا، یہی وہ قانون ہے، جو تم کو سربلندی سے سرفراز کرے گا، یہی وہ نسخۂ کیمیا ہے جو تم کو دنیا و آخرت کی عظمت و شوکت سے نوازے گا،

برادران ملت! قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے اس لئے وہ قیامت تک کیلئے مامون و محفوظ ہوگیا ہے، اللہ تعالیٰ نے حفظ قرآن کا ایسا جامع اور مکمل نظام قائم کیا ہے، کہ تحریف و تبدیلی کا تصور بھی محال ہے، کروڑوں کی تعداد میں حفاظ کرام اس مبارک کتاب کو اپنے لوح دل پر نقش کر لیتے ہیں، لاکھوں کی تعداد میں مفسرین و مترجمین اس کی حفاظت میں مصروف ہیں، اس کے الفاظ و معانی ہی نہیں بلکہ اسکے حرکات و حروف اور نقطے تک شمار کئے گئے ہیں، لاتعداد مسلمان روزانہ اس کی تلاوت کرتے ہیں، لہٰذا معاندین اسلام اپنی کوششیں کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے کہ قرآن کے الفاظ و معانی میں ردّ و بدل کر دیں، اس کے مفاہیم و مطالب میں شک

وشبہ پیدا کردیں، مگر سن لیجئے! زمانہ کی گردش رک سکتی ہے، نظام عالم بدل سکتا ہے، سورج مغرب سے طلوع ہوسکتا ہے، پہاڑ ہواؤں میں اڑ سکتا ہے، سمندر خشک ہوسکتا ہے، لیکن یہ نا ممکن کہ قرآن میں تحریف ہوجائے اور اس کے مطالب ومعانی میں فرق پڑجائے، اور اس کی ترکیب وترتیب میں تبدیلی ہوجائے، اور باطل افکار ونظریات اسمیں داخل ہوجائیں، اسی لئے کہ صاف صاف اعلان کردیا ہے

لَا يَاتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ، (پ۲۵ ع۱۸)

(ترجمہ) یہ ایسا کلام ہے جس میں جھوٹ داخل نہیں ہوسکتا، نہ سامنے سے، نہ پیچھے سے، یہ نازل کردہ ہے، حکمت والے اور تعریف والے کی طرف سے،

محترم سامعین کرام! قرآن کریم نے عربوں کو نفرت وعداوت، جنگ وجدال، اختلافات وتنازعات کے دلدل سے نکال کر، ایمان وتوحید کی اساس پر انکو متحد کردیا، آپس میں بھائی بھائی بنادیا، حالانکہ وہ ہلاکت کے دہانے پر تھے، قریب تھا کہ فنا کے گھاٹ اتر جاتے، اور صفحۂ ہستی سے نیست ونابود ہوجاتے، خدا کے عذاب کے شکار ہوجاتے، لیکن قرآن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بچالیا اور نہ صرف بچالیا بلکہ شقاوت وبدبختی، ضلالت وجہالت کے غار سے نکال کر سعادت ونیک بختی اور ہدایت وشرافت کی چوٹیوں پر پہونچادیا۔

معزز سامعین! عربوں کی زندگی سے کون واقف نہیں ہے، لیکن جب انھوں نے قرآن کو اپنا دستورِ حیات بنالیا تو پھر دنیا نے ایمان و توحید، طاعت و بندگی، اخوت و محبت، اتحاد و اتفاق، صلاح و تقویٰ اور ایثار و قربانی کا ایسا منظر دیکھا جس کی مثال نہیں ملتی ہے، قرآن کریم نے عربوں کو وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ کی علمی تفسیر بنادیا تھا، حکومت و اقتدار، قیادت و سیادت، شان و شوکت، قوت و حشمت کی بے نظیر مثال بنادیا تھا، اور آج بھی اس دورِ جدید میں جبکہ مسلمان قرآن کریم کی تعلیمات سے دور ہوکر، اختلافات و تنازعات، خلفشار و انتشار کے شکار ہوگئے ہیں، اور ایمان و تقویٰ کی مستحکم عمارت سے نکل کر قومیت و علاقائیت اور ذات و طبقات، جنس و نسل، ملک و قوم کے نام پر گروہوں، جماعتوں اور فرقوں میں بٹ گئے ہیں، اور باہم برسرپیکار ہوکر اپنی وحدت و قوت کو ضائع کرچکے ہیں، قرآن ہی ایک ایسا سرچشمہ ہے جس کے فیض سے سیراب ہوکر اپنا کھویا ہوا وقار بحال کرسکتے ہیں، اس کے علاوہ نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

برادرانِ قوم! قرآن کریم قدم قدم پر مؤمنوں کو بشارت سے نوازتا ہے، ان کے دلوں میں امنگوں کے چراغ روشن کرتا ہے ان کے ایمانی جذبوں کو ابھارتا ہے، جوشِ عمل پیدا کرتا ہے، جنت، رحمت اور مغفرت کی خوشخبری دیتا ہے، اسیطرح مشرکوں کو عذاب الیم سے ڈراتا ہے، شرک و کفر پر

نکیر کرتا ہے، ضلالت وگمراہی کی مذمت کرتا ہے، اور یہی قرآن بداعمالیوں کے مرتکب نافرمانیوں کے خوگر، برائیوں کے عادی لوگوں کے لیے خیر خواہ اور ناصح بنجاتا ہے، نامرادیوں کے صحرا میں دلیل راہ بنجاتا ہے، ناکامیوں کے میدان میں مخلص راہبر بنجاتا ہے، مایوسیوں کی تاریکی میں منارۂ نور بنجاتا ہے، شکستہ دلوں کیلئے پیام رحمت بنجاتا ہے، مردہ جذبات کے حق میں روح ایمان بنجاتا ہے اور عاصیوں پر نجات ورحمت کے دروازے کھولدیتا ہے، ارشادِ ربانی ہے۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ (پ ۲۴ ع ۳)

(ترجمہ) اے رسول کہہ دیجئے: کہ اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کردے گا وہ مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

برادرانِ مکرم! آج مسلمانوں کی زبوں حالی پریشانی اور انحطاط وزوال، بلکہ عملی گمراہی، دینی بے حسی، فکری جمود، علمی وتمدنی تنزلی اور قومی وملی مشکلات ومصائب، سیاسی عدمِ استحکام، اخلاقی و روحانی گراوٹ اور نااتفاقی، باہمی تنازعات کا بنیادی سبب قرآنی تعلیمات اور اسلامی احکام سے بے اعتنائی ہے، حالانکہ قرآن ہی وہ نسخۂ کیمیا ہے جو ہماری جسمانی وروحانی

بیماریوں کا شافی علاج ہے، اس لئے کہ شفاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُورِ ہے۔

یہی قرآن ہمارے معاشرتی وسماجی، اخلاقی وسیاسی، اقتصادی ومذہبی، داخلی وخارجی، عبادتی ومعاملاتی، عدالتی وحکومتی مسائل کا حل ہے، اسلئے کہ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ ہے،

اگر ہم کامیابی وکامرانی اور فلاح وبہبود کی چوٹیوں پر پہونچنا چاہتے ہیں اور اپنی موجودہ زندگی کی نامرادیوں، ناکامیوں، مایوسیوں کو بدلنا چاہتے ہیں تو پھر اسی دستور وقانون کی طرف رجوع کرنا ہوگا، قرآن آج بھی ہم کو دعوت دیتا ہے کہ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (پ۴، ع۲)

آؤ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور فرقوں میں مت بٹو،

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو قرآن کریم کے احکام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے،

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ،

مقامِ صحابہؓ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ،

اَمَّا بَعْدُ: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ تَرٰاہُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا، الخ۔

"پ ۲۶ ع ۱۳"

پیروانِ نجومِ ہدایت اور جاں نثارانِ ماہِ رسالت! اگر ہیں اپنی خوش نصیبی پر نازاں ربّ العالمین کی

حمد وثنا نہ کروں تو ناشکری کا مرتکب ہوں گا کہ جس نے اس حقیر وناتواں وجود کو یہ اعزاز ومرتبہ بخشا کہ آج ان نفوسِ قدسیہ کی مدح سرائی اور حمد وثنا خوانی کیلئے آپ حضرات کے سامنے کھڑا کیا ہے جو افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق ہیں، میری مراد اصحابِ رسولِ عربی فداہ ابی وامی کا مقدس گروہ ہے، پاکیزہ جماعت ہے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوا عنہ،

برادرانِ ملت ! تذکرہ گلشن رسالت کی عطر بیز کلیوں کا ہے، داستان باغ نبوت کے مشکبار پھولوں ہے، واقعہ عہد رسالت کے پاکیزہ ماحول کا ہے، قصہ شمع رسالت کے پروانوں کا ہے، اور سنانے والا عصرِ حاضر کے پُر فتن دور میں سانس لینے والا یہ گنہگار امتی رسول ہے جس کے دل میں اصحابِ رسول کی محبت کا نور ہے۔ فدا کارانِ نبوت سے عقیدت کا دعویٰ ہے فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ عَلٰی ھٰذِہِ النِّعْمَۃِ، اور سننے والے آپ جیسے معزز حضرات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے محبتِ رسولِ الٰہی سے سرفراز کیا ہے جانثارانِ رسالت کی عقیدت سے نوازا ہے، اسی پر تو کسی نے کہا ہے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ،

تو آیئے دربار رسالت میں عقیدت کے پھول وگوہر نچھاور کیجئے ؎ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمْ۔

معزز سامعین! درسگاہِ رسالت اور تربیت گاہ نبوت کے سند یافتہ افراد کے فضائل ومناقب، شمائل وخصائل، جاہ ومنصب، مقام ومرتبہ، عظمت وجلالت، شان وشوکت، قدر ومنزلت، عزت ورفعت کو دیکھنا ہو تو آپ قرآن وحدیث پر غور کیجئے، آیاتِ ربانی اور احادیثِ رسول میں ان پاکیزہ نفوسِ قدسیہ گروہ "باوقار جماعت" محترم طبقہ" کی ظاہری وباطنی خوبیاں آپ پر روز روشن کیطرح عیاں ہو جائیں گی، انکے فضائل ومناقب آپ پر اظہر من الشمس ہو جائیں گے۔ اس لئے آیئے اور دیکھئے کہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ومحبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ اصحاب کو عزت وشرف کی کتنی بلند چوٹیوں پر فائز کیا ہے، ان کا مقام ومرتبہ کتنا اعلیٰ وارفع بنایا ہے، اور انکی صفات حمیدہ کو کتنے پیارے انداز میں سراہا ہے۔ ارشاد باری ہے۔

"مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ"

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بہت بھاری ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں، تم انھیں رکوع اور سجدہ کی حالت میں دیکھو گے وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں، ان کے چہرے پر سجدے کے

کے اثرات ظاہر ہیں۔

عزیزانِ ملّت! ذرا اس آیت کی روشنی میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی زندگی کا مطالعہ کیجئے کہ دشمنانِ اسلام اور معاندین حق کے ساتھ ان کا کیا معاملہ تھا اور اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ ان کا کیا رویہ تھا، تاریخ گواہ ہے کہ جب جب باطل نے ستون عظمت اسلام کو للکارا، آفتاب رسالت کو بجھانے کی سازش کی اور قصر دین وملت پر یلغار کی کوشش کی تو اصحاب رسول دشمنوں پر قہر وغضب بن کر ٹوٹے، برق تپاں بنکر نازل ہوئے، شیر ببر بن کر جھپٹے اور راہ حق میں آنے والی تمام رکاوٹوں کو ٹھوکروں میں اڑا دیا، باطل کے سیل رواں کے سامنے سدِ سکندری بن گئے، طاغوتی طاقتوں کی یلغار کے سامنے سینہ سپر ہوگئے، قصر اسلام کی حفاظت کی، اور پرچم توحید کو بلند رکھا، اسلام کی طرف ٹیڑھی نظروں سے دیکھنے والوں کی آنکھیں نکال لیں، انکی دینی حمیت وخودداری اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وشیفتگی، قرآن کریم سے عقیدت ووارفتگی اور جنت ومغفرت کی طلب وآرزوؤں نے انکو اللہ اور اس کے رسول سے اتنا قریب کردیا تھا کہ ان کو دنیا والوں کی خوشی اور ناخوشی کی کوئی پرواہ نہیں تھی، "یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ پ ۶ ع ۱۲" کا عملی نمونہ تھے۔ وہ صرف اللہ کیطرف دیکھتے تھے، اور اس کی یاد میں زندگی بسر کرتے تھے، اسی

کے دین کی نشر و اشاعت ان کا مقصد زندگی تھا، نعرۂ توحید ان کا شیوہ تھا، وہ دنیا کے گوشہ گوشہ سے کفر و شرک کی نجاست ختم کر کے ایمان و توحید کا نور پھیلانا چاہتے تھے، لہٰذا انھوں نے کفار و مشرکین، یہود و نصاریٰ کے باطل عقائد، فاسد افکار وغیرہ اور اسلام کی بیخ کنی کے لئے انکی سازشوں کا بھرپور جواب دیا، صحیح معنوں میں اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ تھے۔ اس کے برعکس ایمان و توحید نے ان کو اخوت و محبت، مواخات و مساوات، الفت و وحدت کی ایسی لڑی میں پرو دیا تھا کہ وہ تسبیح کے دانوں کی طرح منظم و مربوط ہو گئے تھے، قبائلی جنگوں اور خاندانی جھگڑوں میں ہلاک و برباد ہونے والے وحشت و بربریت کے خوگر ظلم و ستم کے پیکر، اسلام کی بدولت ایسے بھائی بھائی بن گئے کہ ان میں امتیاز ممکن نہ تھا، قرآن کریم نے ان کی زندگی کا نصب العین بدل دیا تھا، ان کے افکار و نظریات بدل دئے تھے، ہر ایک کے دل میں بس ایک ہی لگن تھی، اعلاء کلمۃ اللہ، دعوت حق، تبلیغ اسلام کے لئے وہ اپنی ذاتی اغراض، نفسانی خواہشات پر شرعی احکامات، اسلامی مقاصد کو غالب کر چکے تھے، اگر کسی کو کانٹا چبھتا تو دوسرا بے چین ہو جاتا کہ مسلمان کی تکلیفیں گوارا نہ تھیں، انکو مومن کا رنج برداشت نہ تھا، سچ تو یہ ہے کہ وہ اللہ کے تھے اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کا مظہر تھے۔

برادرانِ ملتِ اسلامیہ! اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عند اللہ

جو مقام و مرتبہ حاصل تھا اس کا تصور دنیا کا کوئی فرد نہیں کرسکتا، اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کو معیارِ حق قرار دیا، انکی محبت کو ایمان کا جز بنا دیا، انکی پیروی کو سرمایۂ نجات بنا دیا، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے قدم قدم پر ان کو آزمایا تھا، آزمائشوں سے گذارا تھا، انکے ایمان کو جانچا تھا، ان کے اعمال کو پرکھا تھا، پھر اپنی رضا سے نوازا، اپنے پیار سے سرفراز کیا، اگر ان سے کہیں غلطی ہو جاتی، خطا ہو جاتی تو فوراً عفو و مغفرت عطا کر دیا تاکہ دنیا والے ان نفوس قدسیہ کو ہدف ملامت نہ بنا سکیں، اور حبیب پاکؐ کے پاکیزہ افراد پر انگشت نمائی نہ کرسکیں، مگر پھر بھی دنیا میں ایسے کج رو ناعاقبت اندیش افراد پیدا ہو رہے ہیں جنہوں نے اصحاب رسولؐ کو ہدفِ ملامت بنایا، ان کی نگاہوں نے ان آیات کو نہیں دیکھا وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ ط اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ○ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَنِعْمَۃً ط وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ (پ ۲۶ ع ۱۳) "یہ صحابہ کی شان بتائی جارہی ہے، اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان کو مزین کردیا محبوب بنادیا اور کفر و شرک، فسق و فجور، عصیان و طغیان کو انکے لئے مکروہ و ناپسندیدہ کردیا، ایسے ہی لوگ اللہ کے فضل اور نعمت سے ہدایت یافتہ ہیں، اللہ خوب جاننے والا حکمت والا ہے۔

ہدایت یافتہ ہونے کی سند باری تعالیٰ نے عطا کر دی ہے اور

یہ بھی معلوم رہے کہ قرآن کا خطاب قیامت تک کے لئے ہوتا ہے پھر یہ ہدایت بھی تاقیامت ہوگی مگر ان کمینوں کو کیا کہا جائے کہ اس صریح ہدایت کے باوجود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر طعن و تشنیع کا تیر برسانا اپنی قابلیت سمجھتے ہیں، حالانکہ ان کو خوب معلوم ہے کہ صحابہ کرام کی ذات بابرکات کو ہدفِ ملامت بنانا باعثِ لعنت ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا رَأَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ، (ترمذی) جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو تم کہو کہ تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو،

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَ اَصْحَابِیْ عَلَی الْعَالَمِیْنَ سِوَی النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ، اللہ تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین کے علاوہ میرے صحابہ کو دنیا والوں پر ممتاز بنایا ہے۔ جن اصحاب رسول کا یہ مقام و مرتبہ ہو کہ انبیاء و مرسلین کے بعد ان سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا، کسی کا ان کی کسی بشری لغزش یا اجتہادی خطا پر اعتراض اس کی حماقت اور ضلالت کا ثبوت ہے کہ نہیں؟ وہ تو بار بار اس وعید کا مرتکب ہوتا ہے۔ پھر بھی احساس گناہ نہیں ہے۔ اَللّٰہَ اللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ

اَحَبَّهُمْ، وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ، (ترمذی)
اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے معاملہ میں میرے بعد ان کو طعن و تشنیع
کا نشانہ مت بناؤ، کیونکہ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کے ساتھ ان
سے محبت کی، جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کے ساتھ ان سے بغض
رکھا اور جس نے انکو ایذاء پہونچائی اس نے مجھے ایذاء پہونچائی، اور جس نے
مجھ کو ایذاء پہونچائی تو اس نے اللہ کو ایذاء پہونچائی، اور جو اللہ کو تکلیف
پہنچاتا ہے تو قریب ہے کہ اللہ اسکو عذاب میں مبتلا کر دے۔

برادران ملت!

اصحاب رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت و ثقاہت، امانت و دیانت، عصمت
و عفت، صلاح و تقویٰ، زہد و ورع، حق گوئی و بیباکی، اطاعت شعاری
وفاداری پر انگشت ملامت اٹھانے والے ان کے کردار کو ہدف ملامت بنانیوالے
انکی فہم و فراست پر تبصرہ کرنے والے اور اپنی محدود عقل کے پیمانہ پر صحابہ کرام
کی بے پایاں خدمات کو جانچنے اور پرکھنے والے اپنی ناقص فہم و فراست سے اصحاب
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فطانت و ذہانت کا جائزہ لینے والے اور پھر اپنے ناقص
فیصلہ میں صحابہ کرام کو مطعون کرنے والے یا تو زندیق ہوں گے یا تو منافق ہونگے
یا دشمن اسلام ہوں گے، سوچئے اور غور کیجئے!! کہ مخالفین و معاندین
نے کس طرح عالمی سطح پر ایک تحریک شروع کر رکھی ہے، اور ہمارے دلوں میں

قرآن کریم سے متعلق صحابہ کرام سے متعلق، اسلامی قوانین کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں،

عزیزانِ ملت! محسن انسانیت، پیکر رحمت، ماہِ رسالت کے فداکاروں، جانثاروں سے یقیناً متعدد مقامات پر لغزشیں ہوئیں اور یہ فطری چیز تھی، وہ بھی انسان تھے، انبیاء و مرسلین کی طرح معصوم نہیں تھے، لیکن ذرا ان کا مقام ومرتبہ تو دیکھئے کہ اگر کسی موقعہ پر ان سے بشری تقاضہ کے تحت خطاء ہوئی، لغزش ہوگئی تو اللہ رب العزت نے فوراً انکو متنبہ کیا اور انکی خطاؤں، غلطیوں، لغزشوں کو معاف کردیا یہ کس بات کی دلیل ہے کہ انکو اس انداز سے خطاب کیا جارہا ہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ، پ ۲۶ ع ۲، یہی وہ لوگ ہیں جن سے ہم نے وہ نیک عمل قبول کر لئے جو انھوں نے کئے اور جنتیوں میں شامل کر لئے کہ ان کے گناہوں سے درگذر کرتے ہیں، اس سچے وعدے کے مطابق جو ان سے کیا گیا۔

برادرانِ ملت! لغزشوں اور کوتاہیوں کی معافی کا پروانہ دیا جارہا ہے، دینے والے کوئی انسان نہیں، کوئی دنیاوی بادشاہ نہیں بلکہ یہ پروانہ احکم الحاکمین عطاء کر رہا ہے، رب العالمین عطاء

کررہا ہے۔

بھائیو! اگر اصحاب رسولؐ کے مقام و مرتبہ، فضائل و مناقب کو جو قرآن کریم نے بیان کئے ہیں سُنائے جائیں تو ایک وقت درکار ہوگا، اور جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے صحابہ کی صفات کھول کھول کر کیوں بیان کی ہیں، اس لئے کہ انھیں کو معیار حق بننا تھا، نمونۂ عمل بننا تھا، نجوم ہدایت بننا تھا، منارۂ نور بننا تھا، مشعل راہ بننا تھا، اسلام کو دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلانے کے لئے ہر جگہ ان ستاروں کو منتشر کر دیا گیا، جس طرح آسمان پر ایک چاند ہے مگر بیشمار ستارے مشرق و مغرب سے ضوء باریاں کر رہے ہیں، ضیا پاشیاں کر رہے ہیں، رہنمائی کر رہے ہیں، اسیطرح اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اُندلس میں بھی چمکے، افریقہ میں بھی دمکے، شام میں نمودار ہوئے، چین میں ضوء بار ہوئے، سندھ میں بھی ضیا پاشی کی، ہند میں بھی نور پھیلایا، کہاں نہیں گئے؟ ذرا ان کی صفات پر غور کیجئے، اَلتَّائِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ، پ ۱۱ ع ۳، توبہ کرنے والے ہیں، بندگی کرنے والے ہیں، احمد و شکر کرنے والے ہیں، جہاد کرنے والے ہیں، رکوع کرنے والے ہیں، سجدہ کرنے والے ہیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں،

اور حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جانثاروں کی شان بیان فرمارہے ہیں "اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم (الحدیث) میرے صحابہ تو مانند ستاروں کے ہیں ان میں سے جن کی بھی اقتدا کر لوگے کامیاب ہو جاؤ گے، ایسے پاکیزہ آدمی ایسی بابرکت جماعت، ایسے جاں فروش اصحاب کو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا تحفۂ رضا تو پہلے ہی سے مل گیا تھا، لہٰذا اب انکی شان میں گستاخی کا تصور بھی گناہ ہے، اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی کی وعید اگر پیش نظر رہے تو پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کا ارتکاب ہرگز نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو اصحاب مصطفیٰ رضی اللہ عنہم کی محبت وعقیدت سے سرشار کرے، اور ہمارا سر عقیدت ہمیشہ انکی عظمت وجلالت کے سامنے نگوں رہے کہ اسی میں ہماری نجات ہے۔

شعر

سب اہل ایماں کے مقتدیٰ تھے ∴ یہ جتنے اصحاب مصطفیٰ تھے

جن سے سب فیض پا رہے ہیں ∴ یہی وہ سرچشمۂ ہدیٰ تھے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خاتم الانبیاء والمرسلین

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی
النبی الکریم محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین
وبعد : اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ
فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ
وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ، وَاِنْ کَانُوْا
مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ، (پ ۲۹ ، ع ۱۱)
وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ، (پ ۱۷ ، ع ۷)

برادرانِ ملّت! رسالت ونبوت کا وہ سلسلہ جو سیدنا حضرت آدم علیہ السّلام سے جاری ہوا تھا اور دعوتِ توحید کا وہ نورانی تسلسل جو انبیاء ورسل کی معرفت، مختلف اقطار و ادوار میں قائم تھا، شدہ شدہ اس ذات اقدس کی بعثت پر تمام ہوگیا جو تخلیق کے اعتبار سے اوّل اور بعثت میں سب سے آخر ہے، جو دعاءِ خلیل اور نویدِ مسیحا ہے، جس کی بشارت سے تورات وانجیل کے مبارک اوراق مزین تھے، جو ختم الرسل، آقائے کل اور ہادیٔ سُبل بن کر آیا، جو شفیع المذنبین ورحمۃ اللعالمین بن کر آیا، جو خاتم النبیّین وسید المرسلین بن کر مبعوث ہوا، سراجاً منیرا کے خطاب سے نوازا گیا، بشیر ونذیر کے لقب سے یاد کیا گیا، جس کی شان میں یٰسین وطٰہٰ نازل ہوئیں، جس کو مدثر ومزمل کہہ کر پکارا گیا، کنکریوں نے جس کی شہادت دی، درختوں نے جس کی اطاعت کی، جس کے اشارے پر ماہتاب شق ہوگیا، جس کے فراق میں ستون حنانہ رو پڑا وہ کون ہے؟ جو محبوب کبریا ہے، تو سنئے! وہ محمد بن عبد اللہ رسولِ امی، فداہ ابی وامی کی ذاتِ گرامی ہے،

معزز سامعین! ذرا غور کیجئے! کس ذاتِ گرامی کا ذکر چل پڑا ہے، کس رسول کا تذکرہ ہو رہا ہے، وہی جو محسن انسانیت ہے، وہی جو نورِ ہدایت ہے، جسکا ثنا خواں خود ربُّ العالمین ہے، احکم الحاکمین ہے ارحم الراحمین ہے، اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ (احزاب)

(ترجمہ) بیشک اللہ اور اس کے ملائکہ نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو،

تو آیئے ایک بار فرطِ عقیدت سے جھوم جھوم کر پڑھیں،

یارب صلِّ وسلِّم دائمًا اَبَدًا

علیٰ حبیبک خیر الخلق کلّھم

سامعینِ کرام! سیرۃ النبی کو موضوعِ گفتگو بنانا، شمائلِ نبیؐ پر کلام کرنا اور صفاتِ رسولؐ کو شمار کرانا ہمارے جیسے عام انسان کی بساط سے باہر ہے، عام لوگوں کی کیا مجال کہ سیرۃ النبی کا احاطہ کر سکیں، جبکہ خود ربِّ کائنات، خالقِ کائنات فرماتا ہے اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا، کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ہرگز نہیں کر سکتے، اور میں کہتا ہوں کہ اگر صرف ایک ہی نعمت کا احاطہ کرنا چاہو تو بھی نہیں کر سکتے تو بھلا بتایئے کہ کیا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے بڑھ کر کوئی نعمت ہو سکتی ہے؟ کیا حبیبِ کبریاؐ کی بعثت سے بڑھ کر بھی کوئی دولت ہو سکتی ہے؟ کیا ہم اور کیا ہماری لیاقت وصلاحیت، یہ تو وہ مقام ہے جہاں پر تلمیذ الرحمٰن، شاعرِ رسول حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ
وَلٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ

یعنی میرے بس سے باہر ہے کہ اپنے کلام واشعار سے مدحت رسولؐ کا حق ادا کر سکوں، ہاں میں نے ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے کلام کی ضرور مدح سرائی کی ہے

برادرانِ ملت! لیکن وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کے خدائی حکم کے تحت میں خداوندِ قدوس کی اس نعمت کبریٰ کا ذکر کر رہا ہوں کہ جو نہ ہوتا تو یہ بحر و بر نہ ہوتے، جو نہ ہوتا تو یہ شجر و حجر نہ ہوتے، جو نہ ہوتا تو یہ شمس و قمر نہ ہوتے، جو نہ ہوتا تو یہ شام و سحر نہ ہوتے جو نہ ہوتا تو یہ جن و بشر نہ ہوتے ، جو نہ ہوتا تو یہ کائنات نہ ہوتی،

حیرت زدہ ہوں کہ جمالِ نبوت کے کس پہلو کو اجاگر کروں، فکر مند ہوں کہ کمالِ رسالت کے کس گوشے پر کلام کروں، کیونکہ جو پیکر جمال و کمال ہو تو اسکے کسی ایک وصف کو موضوعِ بحث بنانا دشوار ترین ہوتا ہے، اگر حُسنِ ذاتی کو بیان کروں تو کوئی یہ کہہ گیا ہے کہ ؎

حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اور اگر حسنِ صفاتی و جمالِ ذاتی کو بیان کرتا ہوں تو پھر شیخ سعدیؒ نے یہ کہا ہے

بلغ العلےٰ بکمالہٖ ❊ کشف الدجےٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ ❊ صلّوا علیہ و آلہٖ ،

کیا اس نعت کے بعد بھی کچھ کہنے کی ہمت ہو سکتی ہے ؟

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجھک المنیر لقد نوّر القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مگر پھر بھی اب کشائی کی جسارت کر رہا ہوں، گفتگو کی جرأت کر رہا ہوں، لیکن اس احساس کے ساتھ کہ ؎

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست

شیدایانِ اسلام! شہنشاہِ بطحیٰ، تاجدارِ مدینہ، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت، انبیاء سابقین کے سلسلۂ رسالت و نبوت کی آخری کڑی ہے، اس لئے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ، لا نبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، میرے ذریعہ انبیاء کا سلسلہ بند کر دیا گیا ہے، اس لئے کہ خَتَمَ بِیَ النَّبِیُّوْن ، اور آپ کی بعثت کے اعلیٰ ترین مقاصد میں اعلاء کلمۃ اللہ، دعوت الی اللہ، تزکیۂ قلوب، آیات اللہ کی تلاوت

اور کتاب وحکمت کی تعلیم و توضیح شامل ہے، توحید وایمان کا جو پیغام انبیاء ومرسلین لیکر آتے رہے، وہی پیغام غارِ حرا میں آپؐ پر نازل ہوا، اسی کو مولانا حالی نے یوں بیان کیا ہے ؎

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے لئے قدرت نے ایسے سماج کا انتخاب فرمایا جو اخلاقی وروحانی اعتبار سے زوال پذیر معاشرہ تھا، تہذیب وتمدن، اخلاق ومروت سے عاری اہل عرب بہیمیت وحیوانیت کی تمام سرحدیں پار کر چکے تھے، خونریزی اور قتل وغارتگری روز کا معمول تھا، ذرا ذرا سی باتوں پر جنگ کے خوفناک شعلے بھڑک اٹھتے تھے ؎

قبیلہ قبیلہ کی باتوں پہ جھگڑا ∴ کہیں آنے جانیکی باتوں پہ جھگڑا
کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا ∴ کہیں گھوڑا آگے بڑھانے پہ جھگڑا

شراب نوشی، قمار بازی، زناکاری، عصمت دری، آبروریزی، ضمیر فروشی اہل عرب کی فطرتِ ثانیہ بن چکی تھی، اصنام پرستی مکہ کا دین ومذہب بن چکا تھا، بیت اللہ الحرام میں تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت تو تھے ہی، اس کے علاوہ گھر گھر اور خاندان خاندان کے خصوصی بت تھے، ؎

قبیلہ قبیلہ کا بت اک جدا تھا ∴ کسی کا ہبل تھا کسی کا صفا تھا

یہ عزّی یہ دہ اُلہ یہ فدا تھا ∴ اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا

الغرض ہر طرف بدامنی و انارکی، ورندگی و شیطنت کا دَور دَورہ تھا انسانیت کی کھیتی سوکھ چکی تھی، شرافت کے پھول کمھلا چکے تھے، عزت و کرامت کی کلیاں مرجھا چکی تھیں، مروّت و محبت کے سوتے خشک ہو گئے تھے، احساس و شعور مردہ ہو چکے تھے، ضلالت و جہالت کی تاریکی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی، نجات کا راستہ مسدود ہو چکا تھا، اخوت و مساوات کی جگہ نفرت و عداوت اور عدل و انصاف کی جگہ ظلم و بربریت کا رواج تھا،

نصاریٰ ہدایت کے راستہ سے بھٹک چکے تھے، یہودی شرک میں مبتلا ہو چکے تھے، ہر طرف ظلمت ہی ظلمت، ضلالت ہی ضلالت، جہالت ہی جہالت، شقاوت ہی شقاوت، عداوت ہی عداوت کا منظر تھا، اسی منظر کو قرآن کریم نے اپنے مختصر مگر جامع ترین مؤثر اسلوب میں یوں بیان کیا ہے،

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ،

(ترجمہ) بحر و بر میں لوگوں کے اعمال کی بدولت فساد غالب آگیا،

برادرانِ ملت! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منصب نبوّت سنبھالتے ہی اعلانِ حق کر دیا، توحید و ایمان کا درس دینے لگے اور فاران کی چوٹیوں سے آفتاب رسالت طلوع ہوتے ہی ظلمت کدۂ کفر میں زلزلہ آگیا اور کوہِ صفا سے صدائے حق گو نجتے ہی شیدائیانِ

لات وہُبَل کے دل تھرّا اٹھے، کفارِ مکہ میں تہلکہ مچ گیا، وہ حیرت زدہ تھے کہ آج محمّد بن عبد اللہ کو کیا ہوگیا ہے کہ ہمارے معبودوں کی مذمت کر رہے ہیں، اپنے آباء و اجداد کے مذہب سے بغاوت کر رہے ہیں، اس شریف و باحیا نوجوان کو جو صداقت و امانت کا پیکر ہے، کیا ہوگیا ہے ؟

ذرا غور کیجئے کہ یہ اعلان دراصل بغاوت کا تھا ؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ اعلانِ توحید تو درحقیقت سسکتی ہوئی انسانیت کے لئے بارانِ رحمت ہے، جاں بہ لب بشریت کے لئے آبِ حیات ہے، اور شرک و کفر کی آگ میں جھلستی ہوئی اس دنیا کے لئے پیغامِ زندگی ہے، اور الحاد و ارتداد کی ظلمت میں چمکنے والا ایک نور ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ایک عظیم انقلاب تھا، سیلِ اسلام ایک رواں بن کر ابھرا اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے عرب میں پھیل گیا، وہی عرب جو شرک و کفر کی زندگی بسر کرتے تھے، ذرا ذرا سی بات پر لڑنے مرنے پر تیار ہوجاتے تھے، مردار کھاتے تھے، ڈاکے ڈالتے تھے، آبروریزی کرتے تھے، شراب پیتے تھے، جب اسلام کے سایۂ رحمت میں پناہ لیتے ہیں تو دنیا کی معزز ترین قوم بن کر ابھرتے ہیں اور فداکاری و جانثاری، غمگساری و رواداری، اطاعت شعاری و عبادت گذاری کی ایسی مثال بن جاتے ہیں کہ جس کی نظیر نہیں ملتی،

دنیا حیرت زدہ ہے کہ آخر وہ کون سی قوت تھی ؟ جس نے عربوں

کی زندگی میں انقلاب پیدا کردیا کہ انھوں نے قیصر وکسریٰ کی زبردست حکومت کو زیر وزبر کرکے رکھدیا، وحشت وبربریت کی زندگی سے نکال کر سعادت وہدایت کی راہ پر لگادیا، اور پوری دنیا میں اصلاح وتربیت کا ایک نیا دور شروع کردیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ ایک رسولِ امیؐ کی رسالت ونبوت کی طاقت تھی ؎

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست
کتب خانۂ چند ملت بشست

عزیزانِ گرامی! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و تربیت کا کمال تھا اور ایمان وتوحید کا جمال تھا جس نے پتھروں کو موم کردیا، اور ریگستانِ عرب کو چمنستانِ اسلام میں بدل دیا، یہاں تک کہ راہزن راہبر بن گئے، بدبخت نیک بخت بن کر چمکے، اور جب تربیت گاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نکل کر پرچم اسلام لہراتے ہوئے روم، فارس، افریقہ اور شام میں پہونچے تو نصاریٰ نے ان کے اخلاق وکردار کو دیکھ کر بے ساختہ کہا مَا كَانَ أَصْحَابُ عِيسَىٰ بِأَفْضَلَ مِنْ هٰؤُلَاءِ یعنی حضرت عیسیٰؑ کے حواری بھی ان سے افضل نہ تھے، چنانچہ درندوں نے انکی اطاعت کی ہواؤں نے ان کا حکم مانا، اسلئے کہ وہ رسولِ خدا کے دیوانے تھے، نورِ خدا کے متوالے تھے، راہ حق کے مسافر تھے، دربارِ کبریا میں پیشانیاں جھکانے والے تھے، رات کی تاریکیوں

میں خدا کو یاد کرنے والے تھے، انھوں نے زندگی کا راز جان لیا تھا، اپنے خدا کو پہچان لیا تھا اور توحید کا ترانہ ان کے لبوں پر مچلتا رہتا تھا، ؎

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

معزز سامعین کرام! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انقلابی قوم تیار کر دی تھی اور کفرستان میں ایمان و توحید کے متوالوں کا ایک لشکر تیار کر دیا تھا، جنھیں اللہ تعالیٰ نے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ سے یاد کیا اور خود رسول پاکؐ نے انھیں نجوم ہدایت قرار دیا اور تاقیامت بغیر رسول اللہؐ کی اطاعت و پیروی کے نجات کی کوئی راہ نہیں، لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ،

(پ ۲۱، ع ۱۹)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ،

اسلام اور قومی یکجہتی

الحمد للہ الذی جعل المسلمین کبنیان
مرصوص وبعث لہدایتہم وارشادہم
رسلہ بالخصوص والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا
محمد وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین الیٰ یوم الدین
اما بعد: فقد قال اللہ تعالیٰ فی القرآن الکریم
وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا
نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ

قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا، (الآیۃ)
وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، المؤمنُ لِلمؤمنِ
کالبُنیانِ یَشُدُّ بعضُہٗ بعضًا، (الحدیث)

عزیزانِ قوم و ملت! موضوعِ بحث ہے اسلام اور قومی یکجہتی۔ آج کے اس دور میں سیاسی لیڈروں، مفکروں، دانشوروں، ادیبوں، صحافیوں، قلمکاروں، انشاء پردازوں، کالم نگاروں، مقرروں، خطیبوں کی زبان پر قومی یکجہتی کا لفظ اکثر سُنائی دیتا ہے، رسائل و اخبارات، جرائد و مجلات، اندوات و حفلات، اجلسات و موتمرات میں قومی یکجہتی کی گونج برابر سنائی دیتی ہے، تو کیوں نہ ہم بھی قومی یکجہتی پر اسلام کی روشنی میں بحث کریں اور دیکھیں کہ اس موضوع پر اسلام کیا کہتا ہے؟ اس ضمن میں اس کا کیا نظریہ ہے؟

برادرانِ اسلام! قومی یکجہتی کا مطلب یہ ہے کہ مختلف قوموں، نسلوں کے لوگوں کو ایک فکر و نظریہ پر جمع کر دیا جائے تاکہ ان کے اندر وحدت و اجتماعیت کی کیفیت پیدا ہو اور ٹکراؤ کی کیفیت نہ پیدا ہو، اختلافات نہ جنم لیں، تنازعات نہ ابھریں، تشاجرات نہ ظاہر ہوں، یعنی قومی یکجہتی کو ہم اتحاد الامم کہہ سکتے ہیں، اور جب سیاسی نظریے کی بنیاد پر قومی یکجہتی کی باتیں ہوتی ہیں تو عام طور پر سیاسی لیڈران اس کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ مختلف خیالات

ونظریات کے افراد ایک طرز زندگی کو اختیار کرلیں، اور اپنی اپنی فکری و مذہبی خصوصیات کے باوجود ایک بن کر رہیں اس کے لئے یکساں سول کوڈ کا نام لیا جاتا ہے، تو کبھی یکساں یونیفارم کی گفتگو ہوتی ہے۔

لیکن دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ درحقیقت قومی یکجہتی کا فطری انداز اسلام کے نظریہ اتحاد میں جلوہ گر نظر آتا ہے، اسلام نے اقوام عالم کو ملک و وطن، قوم و نسل، رنگ وروپ کے اختلاف کے باوجود جس فطری طریقہ پر متحد ہونے کی دعوت دی ہے وہ بانکپن کسی دوسرے مذہب کی تعلیمات میں نظر نہیں آتا۔

اگر ہم قومی یکجہتی اور ہندو دھرم پر بحث کریں تو اندازہ ہوگا کہ اس دھرم کی اساس ہی فرقہ واریت اور طبقاتی نظام پر ہے، اس مذہب نے انسان کے درمیان امتیاز وتفریق قائم کرکے انکو متحد ہونے سے روک دیا ہے، پھر یکجہتی کیونکر ہوسکتی ہے، ہندومت نے انسان کے چار طبقے مقرر کئے ہیں،

(۱) برہمن

(۲) چھتری

(۳) ویش

(۴) شودر

سب سے اعلیٰ النسل پر برہمن ہے جس کے ذمہ مذہبی امور کی انجام دہی ہے۔ چھتریوں کے ذمہ حکومت ہے، ویش کے سپرد کھیتی باڑی ہے اور شودر سب سے حقیر

وذلیل ہے، براہمن برہمہ کے سر سے پیدا ہوئے چھتری سینے سے پیدا ہوئے، ویش پیٹ سے پیدا ہوئے، شودر پاؤں سے پیدا ہوئے، جب مذہب نے خود تقسیم کردی تو پھر سب ایک سمت کیسے چل سکتے ہیں، ایک جہت پر کیسے قائم رہ سکتے ہیں۔ ایک نظریہ پر کیونکر متحد رہ سکتے ہیں۔ مگر مذہب اسلام انسان کو تقسیم نہیں کرتا قومیت ووطنیت کو معیار نہیں قرار دیتا، رنگ وروپ میں امتیاز نہیں کرتا، ملک ووطن کا تفاوت نہیں مانتا بلکہ وہ تو انسان کو ایک فرد تسلیم کرتا ہے اور ایک ماں باپ کی اولاد کہہ کر خطاب کرتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا، اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ، پ ۲۶ ع ۱۴، کہ لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد وزن سے پیدا کیا ہے، اور تم کو خاندان وقبائل میں تقسیم کیا ہے تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک تم میں سب سے معزز اللہ کے نزدیک وہ ہے جو سب سے متقی ہے، اور اسی حقیقت کو حدیث پاک میں یوں بیان کیا گیا ہے كُلُّكُمْ مِنْ آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِاَبْيَضَ عَلٰى اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰى اَبْيَضَ اِلَّا بِالتَّقْوٰى، (مسند احمد) کہ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں، کسی عربی کو عجمی پر کسی گورے کو کالے پر کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے ذریعے،

برادران ملت! اسلام نے تو طبقاتی نظام کی جڑ ہی کاٹ دی نسلی تفاوت

ے ولا لعجمي على عربي

کی بنیاد ہی ڈھادی، قومی تفاخر کی اصل ہی ختم کر دی، اس کے بعد اس نے تمام انسان کو ایک جہت، ایک سمت، ایک نظریہ، ایک عقیدہ، ایک فکر کیطرف بلایا کہ انسان ہونے کے ناطے تم کو متحد ہو کر رہنے کے لئے توحید ہی سب سے جامع طریقہ ہے، ایک خدا کی الوہیت کو تسلیم کر لو، اور ایک عقیدہ پر جم جاؤ اور ایک مذہب کو مان لو، تمہارے اندر یکجہتی پیدا ہو جائے گی، تم متحد ہو جاؤ گے، تم بنیان مرصوص بنجاؤ گے، جسدِ واحد بن جاؤ گے، تمام اختلافات ختم ہو جائیں گے، تمام جھگڑے مٹ جائیں گے۔

برادران ملت! قومی یکجہتی سے متعلق جامع اصول اسکے سوا ممکن نہیں کہ دنیا کے تمام انسانوں کو بلا تفریق رنگ و نسل، بلا امتیاز زبان و مکان ایک سمت عطا کر دی جائے، ایک مرکز پر جمع کر دیا جائے، ایک خیال پر جما دیا جائے، ایک مقصد پر متحد کر دیا جائے، ایک محور پر لا کھڑا کر دیا جائے، وحدت و مساوات، اخوت و محبت، اتحاد و اتفاق کا ایسا ماحول بنا دیا جائے کہ ہر فرد دوسرے فرد کا ہم خیال بنجائے، افکار و نظریات، خیالات و رجحانات، تصورات و احساسات تک میں یکسانیت پیدا ہو جائے، مگر اسلام نے ایسا کر دکھایا اس کے روح پرور پیغام وحدت و توحید نے قومی یکجہتی پیدا کر دی، فکری یکجہتی پیدا کر دی، عملی یکجہتی پیدا کر دی، تمدنی یکجہتی پیدا کر دی، ثقافتی یکجہتی پیدا کر دی، ایمانی یکجہتی پیدا کر دی، اور عرب و عجم، چین و فارس، ایرانی و طورانی، مصری و سوڈانی، رومی و یونانی

کو ایک امت بنا دیا، ایک پیکر میں ڈھال دیا، ارشادِ باری إِنَّ هٰذِهٖٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً، وَّأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ، کا جانفزا، روح پرور، ایمان افروز، حیات بخش اعلان عام کر دیا۔

برادرانِ ملت! ؏ یہی اسلام کی وہ عالمگیر اخوت اور دعوت اسلام کی وحدت تھی جس نے زمین کے دور دراز گوشوں کو ایک کر دیا تھا، اسلام نے ریگستان عرب میں ظہور کیا مگر صحرا افریقہ میں اسکی پکار بلند ہوئی، اس کی صدا جبلِ بوقبیس کی گھاٹیوں سے اٹھی مگر دیوارِ چین سے صدائے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی بازگشت گونجی، آفتاب رسالت فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہوا مگر اس کی کرنوں نے یورپ کو منور کیا، پیغام توحید بلد امین سے نشر ہوا اور اس کی صدا ہندوستان تک پہونچی، اللہ اکبر کی آواز صحرائے حجاز سے گونجی تھی مگر جبلِ طارق کی چوٹیوں سے ٹکرائی، وحدت و مساوات کا عمل وادیٔ بطحاء سے شروع ہوا تھا اور اس کا دائرہ عمل مشرق و مغرب تک پھیلتا چلا گیا، قومی یکجہتی کی ایک نئی تاریخ کا آغاز ہوا اور اس کے صفحات طویل ہوتے گئے، اسلام نے اقوام و ملل کو ایک پلیٹ فارم پر کھڑا کر دیا، اس نے امیر و غریب، حاکم و محکوم، مالک و مزدور، غلام و آقا، گورے کالے، عربی عجمی، ہندی چینی کے فرق کو مٹا کر ایک امت کو جنم دیا، جس کا ترانۂ وحدانیت لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تھا، جس کا نعرۂ مساوات، اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ تھا،

؏ از مرتب عفی عنہ

اسلام نے ایمان وتوحید کی اساس پر دنیا کے تمام انسان کو ایک جھنڈے تلے جمع کر دیا، انکے درمیان ایک اٹوٹ رشتہ قائم کر دیا، ایک ربط پیدا کر دیا ایک تعلق پیدا کر دیا، لہٰذا دنیا کے تمام رشتے ٹوٹ سکتے ہیں مگر یہ رشتہ کبھی نہیں ٹوٹ سکتا، ممکن ہے کہ ایک باپ اپنے بیٹے سے رُوٹھ جائے، بعید نہیں کہ ایک ماں اپنی گود سے بچے کو الگ کر دے، ہو سکتا ہے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کا دشمن بن جائے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ دنیا کے تمام عہد مودت، اخوت اور نسل کے باندھے ہوئے پیمان وفا و محبت ٹوٹ جائیں مگر جو رشتہ ایک چین کے مسلمانوں کو افریقہ کے مسلمانوں سے، ایک عرب کے بدو کو تاتار کے چرواہے سے، ایک ہندوستان کے نو مسلم کو مکہ کے قریشی سے یکجان کرتا ہے، دنیا کی کوئی طاقت نہیں جو اسے توڑ سکے، اس زنجیر کو کاٹ سکے جس خدا کے ہاتھوں نے انسانوں کے دلوں کو ہمیشہ کیلئے جکڑ دیا، قوموں کو جوڑ دیا، نسلوں کو ملا دیا، ملتوں کو متحد کر دیا ہے اور سب کو ایک جہت پر لگا دیا ہے، ایک سمت پر لگا دیا ہے، ممکن نہیں کہ دنیا کی کوئی طاقت اسے توڑ دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

اسلامی سلام

الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین محمدٍ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین،
امّابعد :- فقدقال اللہ تعالیٰ: وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْہَا اَوْ رُدُّوْھَا، الایۃ،
پ۵، ع ۸۔

عزیزان گرامی انسان فطرۃً مدنی الطبع ہے مل جل کر رہنا اس کی طبیعت ہے۔ چوں کہ یہ حیوان ناطق وبعقل ہے اس لئے جب دو انسان باہم ملتے ہیں تو ان کے درمیان کچھ کلمات تبادلہ ہوتے ہیں۔ کچھ باتیں ہوتی ہیں۔ اور وہ کلمات دونوں کے دلی جذبات واحساسات کی عکاسی

"السَّلَامُ عَلَيْكُمْ" کہ میں تم پر سلامتی بھیجتا ہوں، اس لئے سلامتی کا پیامبر ہوں، سلامتی پسند ہوں، سلامتی میری نطرت ہے، لہٰذا تم اپنی جان ومال پر، اپنی عزت وآبرو پر میری طرف سے مامون رہو، تم کو میری ذات سے نقصان نہیں پہونچے گا۔

حضرات اسلامی سلام صرف چند کلمات کے تبادلے کا نام نہیں بلکہ اسلام کی روح ان کلمات میں نہاں ہوتی ہے، دنیا میں اسلام اسی لئے آیا ہے کہ ظلم وستم اور جور وجفا کی جگہ امن وسلامتی عام کرے، دلوں کو جوڑے، انسانیت کو سربلند کرے، انسان اور انسان کے درمیان پیار ومحبت، اخوت ومساوات کا رشتہ قائم کرے۔ نفرت وعداوت اور بغض وکینہ سے دلوں کو پاک کرے اور اس مقصد کے لئے اس نے بہت ہی آسان اور دل نشیں طریقہ اختیار کیا کہ "سلام" کو رواج دیا جائے۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کو اپنی طرف سے امن وسلامتی کا یقین دلائے، اس کے دل سے ہر قسم کے خوف وہراس کو ختم کرے۔ اسی لئے اسلامی سلام کی بہت زیادہ اہمیت ہے احادیث نبویہ میں سلام کی ترویج پر زور دیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ سب سے افضل عمل کیا ہے؟ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو کھانا کھلانا، اور سلام کو رواج دینا،

خواہ تم اس شخص کو پہچانتے ہو یا نہیں پہچانتے ،

(بخاری و مسلم)

یعنی جس مسلمان کو دیکھو اس سے سلام کرو۔ دوسری روایت میں اس سے زیادہ اہم بات فرمائی گئی ہے، جیسا کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جنت میں اس وقت تک نہیں جاسکتے جب تک مؤمن نہ ہو جاؤ، اور تمہارا ایمان اس وقت تک کامل نہ ہوگا جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے لگو، اور میں تم کو ایسی چیز بتاتا ہوں کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو آپس میں محبت پیدا ہو جائیگی، وہ یہ ہے کہ آپس میں سلام کو عام کرو ہر مسلمان کے لئے، خواہ تم اس کو پہچانتے ہو یا نہیں پہچانتے

(الحدیث)

عزیزانِ ملت اس حدیث کی افادیت و معنویت پر غور فرمائیے کہ سلام کو محبت کا ذریعہ بتایا گیا ہے، سلام کی تاثیر بتائی گئی ہے کہ دلوں سے نفرت و کدورت کو نکال دیتا ہے، آپس میں محبت پیدا کر دیتا ہے اور محبت ہی تعلقات کی بنیاد ہے، محبت ہی اتحاد کی اساس ہے ، محبت ہی مساوات کی علمبردار ہے، محبت ہی انسانیت کی پہچان ہے، محبت ہی اسلام کی روح ہے، محبت ہی اصل الاصول ہے، اسلام محبت پیدا کرنے کے لئے آیا ہے، محبت کا پیغام لایا ہے، اللہ سے محبت کا درس دیتا ہے، رسول اللہ سے

محبت کا درس دیتا ہے، انسانیت سے محبت کا درس دیتا ہے، ماں باپ بھائی بہن، دوست احباب، عزیز و اقارب سے محبت کا درس دیتا ہے، اگر اسلامی محبت دل میں گھر کرلے، اسلامی محبت ہماری طبیعت میں رچ جائے تو تمام دشمنیاں ختم ہوجائیں، تمام عداوتیں ختم ہوجائیں، تمام نفرتیں ختم ہوجائیں، تمام کدورتیں دور ہوجائیں، تمام شکایتیں کافور ہوجائیں۔ محبت تو ایمان والوں کی پہچان بتائی گئی ہے "وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ"، پ ۲، ع ۴، کہا گیا ہے ان محبت کرنے والوں کو قیامت کے روز عرش کے سایہ میں جگہ ملے گی جس دن کوئی سایہ نہیں ہوگا سوائے خدا کے سایہ کے، عرش کے سایہ کے، اور آپس میں محبت کرنے والوں سے اللہ بھی محبت کرتا ہے، فرشتے بھی محبت کرتے ہیں چرند و پرند بھی محبت کرتے ہیں،

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ ہے۔

مُحِبّانِ اسلام

دیکھئے "اسلامی سلام" کی تاثیر اور غور کیجئے آج کے حالات پر کہ مسلمانوں میں کتنا اختلاف ہے، کتنی دوریاں ہیں، جھگڑے ہیں، نفرتیں ہیں، عداوتیں ہیں، کدورتیں ہیں، اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم آپس میں لڑ رہے ہیں، کٹ رہے ہیں، مر رہے ہیں، اگر ہم اسلامی

سلام کی تحریک بنالیں، مشن بنالیں تو یقین جانئے کہ سید و مرزا کے اختلافات ختم ہوجائیں گے، شیخ و افغان کے جھگڑے مٹ جائیں گے، علاقائیت و قومیت کے لفڑے ختم ہوجائیں گے، نہ کانفرنس کی ضرورت ہوگی نہ سیمینار کرنیکی حاجت ہوگی۔ صرف اتنا کرنا پڑے گا کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان سے بلا تفریق امیر و غریب، چھوٹے بڑے، حکم و محکوم، دوست اجنبی، گورے کالے، سلام کرے، اسلامتی کی دعائیں دے، امن کی دعائیں دے۔

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ روزانہ بازار اس لئے جایا کرتے تھے کہ جو مسلمان ملے اسکو سلام کر کے عبادت کا ثواب حاصل کریں، صحابۂ کرام کا تو یہ معمول تھا کہ اگر درخت یا دیوار یا اور کوئی چیز آڑ ہوجاتی اور پھر آمنے سامنے ہوتے تو آپس میں سلام کرتے تھے۔ اور سلام کی اسی کثرت نے ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے کتنی محبت پیدا کردی تھی اس کا اندازہ اس آیت کریمہ سے کریں اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ، پ٢٦ ع١٢ کہ دشمنوں کے لئے بہت سخت تھے مگر آپس میں بڑے رحم دل تھے، اسلامی سلام نے ان کے دلوں میں نرمی و لطافت پیدا کردی تھی، الفت و محبت پیدا کردی تھی، اخوت و مودت پیدا کردی تھی، اپنوں کے لئے پھول صفت بنادیا تھا، باطل کے لئے تیغ فشاں بنادیا تھا۔

برادران اسلام سلام اللہ کے ناموں میں سے ہے جس کو اس

نے زمین پر اتارا ہے اس لئے اس کو عام کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اسمیں ثواب رکھا گیا ہے۔ محبت رکھی گئی ہے، سلامتی رکھی گئی ہے، سکون رکھا گیا ہے، برکت رکھی گئی ہے، رحمت رکھی گئی ہے۔ جب کوئی سلام کرے اور "السّلام علیکم" کہے تو اسکو جواب دینا واجب ہے، اور بہتر جواب یہ ہے کہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہا جائے، اگر سلام کرنے والا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے تو اس کے جواب میں "وبرکاتہ" کا اضافہ کیا جائے۔

اور سلام کے آداب میں سے یہ ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے، پیدل سوار کو سلام کرے، تنہا جماعت کو سلام کرے۔

عزیزانِ ملت یہ سلام جنتیوں کا سلام ہے۔ اسلام دنیا میں جنت کے سلام کی مشق کرا دیتا ہے، جنت میں داخل ہوتے وقت رضوان کہیگا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ، ۲۴ ع ۸، اور جنت میں تو ہر طرف سلامًا سلامًا کی گونج ہوگی، مگر ہم نے اہم ترین سنت کو ترک کر دیا ہے، غیروں کا طریقہ اپنا لیا ہے "گڈ مارننگ" کہتے ہیں، ہیلو ہیلو کہتے ہیں، آداب عرض کہتے ہیں، گڈ بائی کہتے ہیں، اور اسلامی سلام کی توفیق نہیں ہوتی، اگر سلام کرتے بھی ہیں تو جان پہچان والوں سے وہ بھی کسی فائدہ کے پیشِ نظر، کسی خوف کے تحت،

ایسا سلام مطلب پرستی کا سلام ہوتا ہے، خود غرضی کا سلام ہوتا ہے،

ریا کاری کا سلام ہوتا ہے، دکھاوے کا سلام ہوتا ہے، اسلامی محبت سے سرشار ہو کر سلام نہیں کرتے، دینی اخوت کے تحت سلام نہیں کرتے، عہدوں کے اعتبار سے سلام ہوتا ہے، دولت کے اعتبار سے سلام ہوتا ہے، مطلب کے لحاظ سے سلام ہوتا ہے۔ یعنی آج ہم نے سلام کی محبت کو بھی دنیاوی مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنالیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے سلام سے محبت نہیں پیدا ہوتی، تعلق نہیں پیدا ہوتا، ہمدردی نہیں پیدا ہوتی، تو آئیے ہم اسلامی سلام کی رواج کو زندہ کریں، اسلامی شان سے سلام کریں، دینی محبت کے ساتھ سلام کریں، دل کی گہرائیوں سے سلام کریں اور شر در فتن، خلفشار و انتشار کے اس دور میں اسلامی سلام کو رواج دیں، سلامتی کے پیغام کو عام کریں، محبت کے پیغام کو عام کریں، امن کے پیغام کو عام کریں، دلوں سے کدورت کو دور کریں، نفرت کو دور کریں، وحشت کو دور کریں، دہشت کو دور کریں، عداوت کو دور کریں۔ اور کونوا عباد اللہ اخوانا کا ثبوت پیش کریں،

"وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ"

حقوقِ والدین

از :- مرتب غفرلہٗ ولاساتذتہٖ ولمن سعیٰ فیہ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم، اما بعد!
قَالَ اللہُ تعالیٰ فی کتابہ المبین، اَعُوْذُ بِاللہِ مِنَ
الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ
اِحْسَانًا، اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا
اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ
لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا، وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ
مِنَ الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْرًا

(پ ۱۵، ع ۳)

وعن ابی عبد الرحمٰن عبد اللہ بن مسعودؓ قال سألتُ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم ایّ العمل احبّ الی اللہ تعالیٰ؟ قال الصلوٰۃ علیٰ وقتہا، قلتُ ثُمَّ ایّ؟ قال برُّ الوالدین، قلتُ ثُمَّ ایّ؟ قال الجہادُ فی سبیل اللہ، (متفق علیہ) او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلامُ،،

"شعر"

سمجھ میں کچھ نہیں آتا ہے دنیا کا حساب الٹا
نصیحت کیجئے جس کو تو ملتا ہے جواب الٹا

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہم سبکو آج اس بابرکت مجلس میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی اور دین کی باتیں سننے کی توفیق عطا فرمائی، تو آج وعظ وتقریر سننے سے ہماری غرض اور ہمارا مقصد کیا ہونا چاہئے؟ کیوں کہ نیات ہی کیمطابق ثمرات مرتب ہوتے ہیں، سرکار دو عالمؐ تاجدار مدینہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ہمارے رسول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کہ عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ دور حاضر میں تقریر سننے والے لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ لوگ جو صرف مجمع کی رنگ وروفق ما

شان وشوکت، سامعین کی تعداد، واعظ ومقرر کا انداز بیان وغیرہ دیکھنے کے لئے محض تماشائی بن کر شریک جلسہ ہوتے ہیں،

دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس نیت سے آتے ہیں کہ ہم وہاں بیٹھ کر دین کی باتیں سنیں گے تو ثواب ملیگا، گویا حصولِ ثواب کی نیت سے وعظ وتقریر سنتے ہیں،

تیسرے وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جلسہ، اجتماع میں اس لئے آتے ہیں کہ مقرر صاحب جو بیان کریں گے اس کا اپنے نفس سے موازنہ کریں گے، انکی تقریر پر ٹھنڈے دل سے غور کریں گے، اگر واعظ کی بیان کردہ دینی باتوں پر عمل کر رہے ہیں تو الحمد للہ، ورنہ اسی وقت سے عزم مصمم کے ساتھ پختہ ارادہ کر کے اس پر عمل کرنا شروع کر دیں گے،

بہرکیف ابھی میں نے آپ حضرات کے سامنے تقریر سننے والوں کے متعلق انکی تین قسم بیان کی، اس میں سب سے بہتر اخیر کے لوگ ہیں کیونکہ اس صورت میں ثواب بھی ملتا ہے اور جو اصل مقصود ہے اصلاح نفس وہ بھی حاصل ہوتا ہے۔

میرے بھائیو اور بہنو! آج ہمارا مقصد تقریر کرنا اور اکٹھا ہونا نہیں بلکہ آج ہم صرف اپنے نفس کی اصلاح کے بارے میں غور کریں، آج ہم اپنے اوپر نظر ڈالیں اور اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں کہ قرآن ہم سے کیا کہہ رہا ہے؟ اور حدیث ہم سے کیا کہنا چاہتی ہے؟ اللہ اور اس کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا فرمان ہے؟ مجلس میں یہ نہ دیکھیں کہ کس کا لڑکا ہے جو تقریر کررہا ہے، کون اچھی تقریر کرتا ہے اور کس لڑکے کا طرز ٹھیک ہے، کس کی آواز سُریلی ہے، نہیں! ہرگز نہیں! ہماری یہ نیت نہیں ہونی چاہیئے بلکہ آپ اسکی باتوں پر غور کریں، اس کے کلمے پر دماغ حاضر کریں کہ بیان کرنے والا قرآن وحدیث کے مُطابق بیان کررہا ہے یا نہیں بڑوں کا قول ہے اُنْظُرْ اِلٰی مَا قَالَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰی مَنْ قَالَ کہ کہنے والے کو نہیں دیکھنا چاہیئے بلکہ جو بات کہہ رہا ہے اس کو بغور سننا چاہیئے، یہ نہ دیکھیں کہ تقریر کرنے والا چھوٹا ہے یا بڑا، آپ اس کے عیوب پر غور نہ کریں خواہ وہ نیک ہو یا بُرا، وہ اس پر خود عمل کررہا ہو یا نہیں آپ اپنے اوپر غور کریں کہ ہم میں کیا خامیاں ہیں؟ کیا عیوب ہیں؟ کہیں ہم سے قرآن تو نہیں چھوٹ رہا ہے، حدیث تو نہیں ترک ہورہی ہے، جب آپ اپنے عیوب پر غور کریں گے تب ہی انشاء اللہ آپ اپنے نفس کی اصلاح کرسکتے ہیں۔

محترم بزرگو اور دوستو! اب میں اپنے مقصد کی طرف جانا چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ انسانوں کو تاکید فرمارہے ہیں کہ تم اپنے پیدا کرنے والے اور پالنے والے اور پرورش کرنے والے کی بندگی، فرمانبرداری اور اطاعت کیا کرو، پھر آگے ارشاد فرمایا وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا، اور اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، بہت سی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق کے ساتھ والدین کے حقوق کا ذکر فرمایا ہے، اور آگے ارشاد ہے اِمَّا

يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْكِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّ
لَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ، اور اگر تیرے سامنے یہ دونوں
(ماں باپ) یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انھیں کبھی اُف بھی
مت کہنا اور نہ کبھی انھیں جھڑکنا اور اُن سے خوب ادب و احترام سے گفتگو کرنا،
اور اُن کے سامنے شفقت و انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور ان کے لئے یہ دعا
کرتے رہنا رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا اے میرے پروردگار
ان دونوں پر رحمت نازل فرما جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا پرورش
کیا، قرآن کریم میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَنِ اشْكُرْلِيْ وَلِوَالِدَيْكَ
میرا شکر کر اور اپنے والدین کا احسان مند رہ، اس لئے کہ ماں باپ دنیا میں
ہر طرح کی پرورش کرتے ہیں، جاننا چاہئے کہ جب انسان اپنی ماں کے رحم میں
ہوتا ہے تو اس کی ماں حمل کے زمانے سے لیکر ولادت تک طرح طرح کی
مشقتیں اور تکلیفیں برداشت کرتی ہے اور پھر جب وہ پیدا ہو جاتا ہے تو اسکو
دودھ پلاتی ہے، پاخانہ پیشاب صاف کرتی ہے اور اس کی ایذاؤں اور تکلیفوں
کو برداشت کرتی ہے اور اس پر اپنا آرام، اپنی راحت، اپنے جان و مال کو قربان
کر دیتی ہے صرف اس وجہ سے کہ بچہ کو تکلیف نہ پہونچے۔

میرے ساتھیو! ماں کی خدمت کرنی بہت ضروری ہے، ماں کی خدمت کرنی کیوں ضروری ہے؟ اس کی اطاعت کرنا کیوں

فرض ہے ؟ اس کی شفقت کی وجہ سے الام الشفیقة البرة بولدها الرفیقة حملته کرها ، صالح اور شفیق ماں جو مشقت برداشت کرتی ہے اپنے بچے پر جو کہ تکلیف اٹھاتی ہے جبکہ وہ پیٹ میں رہتا ہے ، جب بچہ ماں کے پیٹ میں رہتا ہے تو اس کی ماں کو بہت تکلیف ہوتی ہے یہاں تک کہ چلنا پھرنا مشکل ہو جاتا ہے ، اٹھنا بیٹھنا ، کھانا پینا دشوار ہو جاتا ہے ، دس قدم چلنا محال ہو جاتا ہے ، تھوڑی دیر کچھ دور چل نہیں پاتی ، ووضعته کرها اور بچہ جننے کے وقت - - - - - - - - - - اللہ اللہ جب بچہ پیدا ہونے کا وقت ہوتا ہے تو ماں کو اس قدر تکلیف ہوتی ہے ، اس شدت کی تکلیف ہوتی ہے جس کا اندازہ لگانا ہمارے لئے مشکل ہے اس تکلیف کا خیال کرنا اس کا تصور کرنا محال ہے ، اس درد کا اندازہ وہی لگا سکتی ہے جس کو کوئی اولاد ہو وربته طفلا اور پرورش کرتی ہے چھوٹے میں ، جب بچہ چھوٹا ہوتا ہے تو اسکی ماں اپنے چھاتی سے دودھ پلاتی ہے اور تقریباً دو سال دودھ پلاتی ہے ، اور ہر طرح کی نگہداشت کرتی ہے ، اس میں شک نہیں کہ یہ کام فطرت کے تقاضے کے تحت ہوتا ہے ، اور اس فطرت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ اولاد ماں باپ کی شفقت و محسوس کریں ، اور انکی محنت و ایثار کی قدر کرتے ہوئے ان کی شکر گذاری اور فرمانبرداری کریں کئی جگہ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے اور اس کی تاکید آئی ہے۔

میرے بھائیو غور کریں کہ انھوں نے آپ کی خاطر کیسی کیسی تکلیفیں

برداشت کیں، آپ کی خاطر کئی کئی راتیں جاگ جاگ کر گذاری ہیں، ذرا سا تم رو
دیتے تھے تو وہ بے چین ہو جاتی تھیں، اپنی نیند کو خراب کرتی تھیں، تم کو بہلا بہلا کر
سُلاتیں، تم ذرا سی تکلیف میں مبتلا ہوتے تھے تو وہ بیچارے تمہاری اس تکلیف کو
دور کرنے کے لئے خود ہزاروں تکلیفیں اٹھانے کو تیار ہو جاتیں، انھوں نے تمہارے
آرام و راحت کی خاطر کبھی دن کو دن رات کو رات نہ سمجھا، انھوں نے تمہیں خوش
وخرم رکھنے کے لئے کیسے کیسے رنج وغم برداشت کئے، تمہیں کھلانے پلانے اور
پہنانے کے لئے انھوں نے کبھی اچھا کھانا نہ کھایا، نہ پیا، نہ پہنا، تمہاری ذرا سی
پریشانی انھیں کس قدر پریشان کر دیتی تھی، تمہاری ذرا سی تکلیف سے انھیں
کس قدر تکلیف پہونچتی تھی، تمہارے چہرے کی ہلکی سی افسردگی ان کے تمام مسرتوں
کو، تمام خوشیوں کو غموں میں تبدیل کر دیتی تھی، تمہارے آنسو کا ایک قطرہ
اُن کے دل پر نہ جانے کتنی چنگاریاں گرا دیتا تھا، یہی نہیں کہ تم بڑے ہو جاؤ، نہیں
نہیں بلکہ اب بھی، وہ تمہارے تعلیم و تربیت کے ہر وقت خواہش مند اور انکی دلی
آرزو اور تمنا یہی ہے کہ تم بڑے ہو کر اپنی سعادت، نیک بختی، اخلاق حسنہ اور
شرافت کا ایسا نمونہ پیش کرو جو اپنی نظیر آپ ہو، انھوں نے جہاں تمہیں اچھے سے
اچھا کھلانا اور پہنانا چاہا وہیں اخلاق وآداب کے زیور سے مالا مال کرنا بھی چاہا،
تمہارے والدین کی ہمیشہ سے یہی خواہش ہے کہ تمہاری تعلیم و تربیت ایسی کریں
کہ دوسرے بڑے دیکھ کر تم سے سبق حاصل کریں، اور تمہارے اخلاق وآداب،

اچھے عادات سے چھوٹے بھائی تم سے اچھی نصیحتیں اور عمدہ سلیقہ حاصل کریں۔

میرے بھائیو اور دوستو! تمہاری تعلیم و تربیت، اخلاق و تہذیب کی جو بار بار تاکید کی جاتی ہے، کوشش کیجاتی ہے اور تم کو بار بار اس کی رغبت دلائی جاتی ہے صرف اس وجہ سے کہ تم دونوں جہاں میں سُرخروئی حاصل کرو۔

میرے ہم نشینو! ذرا غور کرو کہ ماں باپ اپنے بچے پر کس قدر مہربان، شفیق اور رحم دل ہوتے ہیں، ان کو کیسی کیسی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اپنی جان تک بچے کی خاطر قربان کر دیتے ہیں، اپنے اچھے کھانے پینے کو اس کی وجہ سے ترک کر دیتے ہیں اور ہمیشہ خیر ہی کی دُعا کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ وہ بڑھاپے کو پہنچ جاتے ہیں اور جب مرنے لگتے ہیں اور انتقال کر جاتے ہیں تو اپنے بچے کے لئے ذخیرۂ مال و دولت چھوڑ جاتے ہیں، آپ نے کبھی غور بھی کیا ہے کہ ماں باپ کا کیا حق ہے،

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول ما حق الوالدین والدین کا کیا حق ہے؟ آقائے مدنی تاجدار مدینہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ھُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ وہی تمہاری جنت ہیں، وہی تمہاری دوزخ ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تم انکی فرمانبرداری کروگے تو جنت کے حقدار بن جاؤگے اور اگر اُن کے ساتھ بُرا سلوک کروگے تو جہنم میں جلوگے، افسوس صدافسوس ہے ہمارے اوپر! آج ہم اپنے والدین کی ان تمام مشقتوں کو بھلا بیٹھے ہیں، آج ہم اپنے والدین کی کچھ وقعت نہیں سمجھتے! ان کی تکلیفوں پر کچھ ندامت نہیں آتی! ہم اتنے ناشکرے ہوگئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا خوف بھی نہیں،

میرے بھائیو اور بہنو! یاد کرو اس وقت کو جب تم پیدا ہوئے تم کچھ بھی نہیں تھے، گوشت کا ٹکڑا تھے، اپنے آپ کروٹ نہیں بدل پاتے تھے، کسی کو پہچانتے نہیں تھے، خود سے کھا پی نہیں سکتے تھے، تم اپنے بارے میں کچھ سوچ نہیں سکتے تھے، یہاں تک کہ اپنے نفع ونقصان پر قادر نہیں تھے، اور آج جب ہوش والے ہوگئے، اللہ تعالیٰ نے تم کو طاقت دی اور جوان بنادیا تو اُن کے تمام احسانوں کو اس طرح بھولے ہو کہ یاد کرنا تو دور کبھار کبھی دل میں اس کا خیال بھی نہیں کرتے۔

واقعہ! اس پر ایک واقعہ یاد آگیا کہ جناب قاری حنیف صاحب اپنی تقریر میں بیان فرمارہے تھے کہ ایک لڑکا تھا، ایک دن وہ اپنے والدِ محترم کی گود میں بیٹھا ہوا تھا، اور اس کے سامنے ٹیوب ویل پر ایک کوا بیٹھا ہوا تھا، وہ بچہ اپنے والد صاحب سے پوچھتا ہے کہ ابا ٹیوب ویل پر کیا ہے؟ والد نے کہا کہ بیٹا! کوا ہے، پھر پوچھتا ہے کہ ابا کالا کیا ہے؟ تو اس

کے والد نے سمجھا کر کہا کہ بیٹا یہ کوا ہے، یہ کالا ہوتا ہے، یہ کائیں کائیں کرتا اور بولتا ہے جب کچھ عرصہ گذر گیا اور اس کا والد بوڑھا ہو گیا اور بینائی کم ہو گئی، تو اتفاق سے اس کو کچھ کالا نظر آیا اور سوچنے لگا کہ آخر کیا چیز ہے؟ وہ اپنے بیٹے سے پوچھتا ہے کہ یہ کیا چیز ہے؟ وہ کہتا ہے کہ بڈھا دِکھتا نہیں ہے کہ کوا ہے، اتنے میں اس کے بوڑھے باپ کو خیال آجاتا ہے اور آنکھ سے آنسو جاری ہو جاتا ہے اور کہنے لگتا ہے بیٹا! ہائے افسوس کہ تم نے اپنے بچپنے کی زندگی کا حال بھلا دیا، یہ کوئی دور کی بات نہیں کہ آج ہم میں یہ صفت نہ پائی جاتی ہو، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محفوظ فرمائے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ بہترین عمل کونسا ہے؟ جو اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہو آپ نے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا، میں نے عرض کیا اس کے بعد تو آپ نے فرمایا ماں باپ سے اچھا برتاؤ کرنا، میں نے عرض کیا اس کے بعد کونسا عمل، آپ نے فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا،

سامعین کرام! ایک حدیث بغور سنیں، اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بڑے بڑے گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے

والدین کو گالی دے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ دوسروں کے ماں باپ کو گالی دینا ایسا ہی ہے جیسے اپنے ماں باپؐ کو گالی دے، کیونکہ جب دوسروں کے ماں باپ کو گالی دوگے تو یقیناً وہ بدلے میں تمہارے ماں باپؐ کو برا بھلا کہیگا،

غور کریں کہ صحابہ کرام کا کیا جواب تھا کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اولاد اپنے والدین کو گالی دے، آج ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں کہ حدیث پر کتنا عمل ہو رہا ہے، کیا تم والدین کو تکلیف نہیں دیتے؟ انکو برا بھلا نہیں کہتے؟ انکو گالی نہیں دیتے؟ ان کو مارتے نہیں؟ آخر ایسا کیوں؟ آج افسوس سے کہا جا رہا ہے اے میرے بھائیو بہنو قرآن و حدیث پر کیوں عمل نہیں کرتے، غفلت کی وجہ سے اپنے آپ کو خسارے میں کیوں ڈالے جا رہے ہو آخر کیوں والدین کو تکلیف دیتے ہو اور جہنم کو اپنے اوپر لازم کر رہے ہو، تو آج ہمارے لئے بہتر اور ضروری ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کو خوش کر کے اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں رو رو کر، گڑگڑا گڑگڑا کر دعا کریں کہ اے اللہ ہم سے بہت سی غلطیاں ہوئی ہیں، ہم نے والدین کو تکلیف پہونچایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا ۲۸ ع۱۹ "

"ترجمہ" اے ایمان والو! توبہ کرو سچی پکی توبہ لیکن توبہ کے لئے ضروری یہ ہے کہ پہلے وہ اپنے والدین سے اپنے گناہوں کو معاف کرائے اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں رو رو کر توبہ کرے اور یہ کہے کہ اے اللہ اب ایسا کبھی نہیں کرونگا، لیکن

پھر بھی کوئی اللہ تعالیٰ کی آیت سے روگردانی کریگا، اپنے والدین کو تکلیف دیگا تو سنو اللہ تعالیٰ کی وعید ہے کہ اس کو دہکتی ہوئی جہنم میں ڈالیگا،

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور تمام فرشتے اس شخص پر لعنت بھیجتے ہیں جو اپنے والدین کو پائے اور انکی خدمت کرکے اپنے کو جنت میں داخل نہ کرالے، حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ منبر پر چڑھتے وقت جب پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا "آمین" پھر جب دوسری پر رکھا تو فرمایا "آمین" پھر جب تیسری پر قدم رکھا تو فرمایا "آمین"، جب آپ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے تشریف لائے تو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ آج ہم نے آپ سے ایک نئی بات دیکھی ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی، آپ نے فرمایا کیا بات دیکھی صحابہ نے عرض کیا، آج آپ نے خلاف معمول منبر پر چڑھتے وقت سیڑھی پر آمین کہا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے، جب میں نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرئیلؑ نے فرمایا، ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہیں ہوئی، میں نے کہا آمین، دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا، ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے تو میں نے کہا آمین، جب تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا، ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہونچے اور وہ ان کی خدمت کرکے اپنے آپ کو جنت کا مستحق نہ بنائے تو میں

نے کہا آمین،

محترم حضرات! اس حدیث میں حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے تین بددعائیں دی ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ان تینوں پر آمین فرمائی، اوّل تو حضرت جبرئیلؑ جیسے مقرب فرشتے کی بددعا ہی کیا کم تھی اور پھر حضورؐ کی آمین نے جتنی سخت بنادی وہ ظاہر ہے، اللہ ہی اپنے فضل وکرم سے ہم لوگوں کو ان چیزوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان برائیوں سے محفوظ فرمائے ورنہ ہلاکت میں کیا تردد ہے؟

ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی رضامندی ماں باپ کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے، جس سے ماں باپ خوش ہیں اس سے اللہ بھی خوش ہیں، اور جس سے ماں باپ ناراض ہیں اس سے اللہ بھی ناراض ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ ہر گناہ کے بدلے میں عذاب اور جرم پر گرفت کو مؤخر کیا جاسکتا ہے لیکن ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے کا عذاب ایسا سخت ہے کہ اس کا مؤاخذہ، اس کی پکڑ مرنے سے پہلے بھی کی جاتی ہے، اسیطرح ایک دوسری حدیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ علقمہ رضی اللہ عنہ نامی ایک صحابی گذرے ہیں جو نماز، روزہ کے بہت پابند تھے، جب ان کے انتقال کا وقت قریب آیا تو ان کے منہ سے باوجود تلقین کے کلمۂ شہادت جاری نہ ہورہا تھا حضرت علقمہ

کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی بھیجکر اس واقعہ کی اطلاع کرائی تو آپؐ نے فرمایا کہ علقمہؓ کے والدین زندہ ہیں یا نہیں؟ تو معلوم ہوا کہ صرف والدہ باحیات ہیں اور وہ علقمہؓ سے ناراض ہیں آپنے علقمہؓ کی والدہ کو اطلاع دلائی کہ میں تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں، تم میرے پاس آتی ہو یا میں خود تمہارے پاس آؤں؟ علقمہؓ کی بوڑھی ماں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، میں آپؐ کو تکلیف دینا نہیں چاہتی ہوں بلکہ میں خود ہی حاضر ہو لیتی ہوں، چنانچہ علقمہؓ کی ماں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپؐ نے علقمہؓ کے متعلق کچھ دریافت کیا تو بوڑھی نے کہا علقمہؓ نہایت نیک آدمی ہے لیکن وہ اپنی بیوی کے مقابلے میں ہمیشہ میری نافرمانی کرتا ہے، اس لئے میں اس سے ناراض ہوں، آپنے فرمایا کہ اگر تو اس کی خطا معاف کردے تو یہ اس کے حق میں بہتر ہے، لیکن اس کی بوڑھی ماں نے انکار کیا، تب آپنے حضرت بلال رضؓ کو حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کرو اور علقمہؓ کو جلادو، بوڑھی یہ سنکر گھبرا گئی اور اس نے حضور سے دریافت کیا کہ میرے بچے کو آگ میں جلایا جائے گا تو آپنے فرمایا، ہاں اللہ کے عذاب کے مقابلے میں ہمارا عذاب ہلکا ہے، خدا کی قسم جب تک تو اس سے ناراض ہے نہ اس کی نماز قبول نہ صدقہ، تو بوڑھی نے کہا میں آپؐ کو اور تمام لوگوں کو گواہ بناتی ہوں کہ میں نے علقمہؓ کو معاف کردیا، آپنے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا دیکھو علقمہؓ کی زبان پر کلمہ جاری ہوا یا نہیں؟ لوگوں نے آکر بتایا یا رسول اللہ علقمہؓ کی زبان پر کلمہ جاری

ہوگیا اور کلمۂ شہادت کے ساتھ ان کا انتقال ہوا، آپ نے علقمہ رض کے غسل وکفن کا حکم دیا اور خود جنازے میں تشریف لے گئے، علقمہ رض کے دفن کرنے کے بعد فرمایا کہ مہاجر و انصار میں سے جس نے بھی اپنی ماں کی نافرمانی کی اس کو تکلیف دی تو اس پر اللہ اور اس کے رسول اور تمام لوگوں کی لعنت ہے،

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں آپ کو اور تمام لوگوں کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے، (آمین)

چہ خوش گفت زالے بفرزند خویش
چو دیدش پلنگ افگن و پیلتن

گر از عہد خردیت یاد آمدے
کہ بیچارہ بودی در آغوشِ من

نکردے دریں روز برمن جفا
کہ تو شیر مردے و من پیر زن

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

جنت اور دوزخ

❖

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام
علیٰ سید الانبیاء والمرسلین محمد وّاٰلہٖ واصحابہٖ
اجمعین ومن تبعہم باحسانٍ الیٰ یوم الدین
امابعد ؛ فقد قال اللہ تعالیٰ فی القراٰن المجید
والفرقان الحمید ، اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ
الْقِیٰمَۃِ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ اَیَحْسَبُ
الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَہٗ بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ

نُسَوِّیَ بَنَانَہٗ بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَہٗ
یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ
وَخَسَفَ الْقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ یَقُوْلُ
الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ،

(سورہ قیامۃ)

(ترجمہ) میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرے کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے ہم ضرور کریں گے کیوں کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ انگلیوں کا پور پور درست کر دیں بلکہ منکر قیامت انسان چاہتا ہے کہ اپنی آئندہ کی زندگی میں فسق و فجور کرتا رہے اس لئے وہ پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا کہ جس دن آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی اور چاند بے نور ہو جائے گا، اور سورج و چاند ایک حالت میں ہو جائیں گے تو اس روز انسان کہیگا کہ کدھر بھاگوں۔

برادرانِ ملت! اس دنیائے رنگ و بو کی زیبائیوں، رعنائیوں، سحر انگیزیوں، دلفریبیوں کے بارے میں ہم نے بہت کچھ سنا اور جانا، اس عالم فانی کی لذتوں، آسائشوں اور راحتوں سے بہت کچھ پایا اور اس کی رنگینیوں، حسن طرازیوں، جمال آفرینیوں، نشاط انگیزیوں کو قریب سے

دیکھا بھالا، اس دنیا کے بنتے بگڑتے ماحول کو بھی دیکھا، سجتے سنورتے حالات کو بھی جانا، کیف وسرور کی ساعتیں بھی دیکھیں، طرب ونشاط کی رنگینیاں بھی دیکھیں، محفل وبزم کو بھی جانا، گردش ایام سے بھی گذرے، بہت کچھ جانچا پرکھا، بہت کچھ دیکھا بھالا اور اب جی چاہتا ہے کہ دار البقاء سے بھی واقفیت حاصل کریں یوم آخرت کو جانیں بوجھیں، روزِ محشر کی بات کریں اور جزاء کا بھی تذکرہ کریں، یوم قیامت کو بھی یاد کریں، یوم حساب کا بھی احساس کریں اس لئے کہ ہمارا ایمان وعقیدہ ہے کہ ایک دن یہ رنگ برنگی دنیا فنا ہو جائے گی، یہ گیتی دارمن درہم برہم ہو جائے گی، یہ نظام کائنات اتھل پتھل ہو جائے گا، یہ روشن آفتاب سیاہ ہو جائیگا یہ منور وتاباں ماہتاب ٹوٹ پھوٹ جائے گا، یہ ردائے کہکشاں، یہ مہ وانجم بکھر جائیں گے اور پورا عالم نیست ونابود ہو جائیگا اور تمام انسان اپنے خالق ومالک معبودِ حقیقی کے دربار عالیشان میں جمع کئے جائیں گے، اس دن ہر فرد کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا اور روزِ قیامت کی ان ہولناک، خوفناک وہیبتناک اور جاں گسل ساعتوں میں جب کہ زندگی کے ایک ایک لمحہ کی بازپرس ہوگی، ایک ایک ساعت کا حساب ہوگا، ایک ایک گھڑی کا محاسبہ ہوگا، جو فرد اپنے اعمال وکردار میں، اپنے افعال واقوال میں کھرا اترے گا اس کی نجات ہوگی، اور جو اس سخت دن میں اپنا حساب نہ دے سکا، اپنا چھٹکارا نہ کر سکا تو پھر وہ ہلاک وبرباد ہو جائے گا، اس لئے آیئے ہم ذرا قیامت کی یاد تازہ کریں اور اپنا اعمال

کامحاسبہ کرلیں، اپنے ایمان کا جائزہ لیں، اپنے کردار کا تجزیہ کرلیں، اس لئے کہ یہی حکم ملا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ،

برادرانِ ملت! قیامت کے مسئلہ نے انسان کو حیرت و تعجب میں ڈال رکھا ہے، محدود عقل والے کوتاہ بین انسان جو اس دنیائے فانی ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں، انکو اس پر تعجب ہے کہ جب ہم مرنے کے بعد پیوند خاک بن جائیں گے، ہماری ہڈیاں گل سڑ جائیں گی، اور ہمارا نام و نشان تک مٹ جائے گا، پھر کیونکر ممکن ہے کہ ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے، گویا وہ بعث بعد الموت کے نظریہ کو تسلیم ہی نہیں کرتے چہ جائیکہ جزا و سزا، جنت و دوزخ، عذاب و ثواب کو تسلیم کریں، لہٰذا بطور استہزا و تمسخر کے کہتے ہیں۔

یَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ، (سورۂ النازعات)

(ترجمہ) کہتے ہیں کیا ہم پہلی حالت میں پھر واپس ہوں گے کیا جب ہم بوسیدہ ہو جائیں گے اس کے بعد بھی زندگی کیطرف لوٹیں گے، کہا کہ اس صورت میں واپسی تو بڑے خسارہ کی بات ہوگی۔

مگر قیامت کی تکذیب کرنے پر جب اچانک قیامت ٹوٹ پڑیگی اور یہ زمین جھنجھوڑ دی جائیگی، یہ ارض و سماء درہم برہم ہو جائیں گے تو اس گھڑی

میں انکی آنکھوں سے پردہ ہٹ جائے گا اور کہہ اٹھیں گے کُنَّا نُکَذِّبُ بِیَوْمِ الدِّیْنِ حَتّٰٓی اَتٰنَا الْیَقِیْنُ کہ ہم تو قیامت کی تکذیب کرتے رہتے تھے، یہاں تک کہ ہم کو موت نے آدبوچا ہم اس دنیوی زندگی میں اس انکار کے سبب نہ نماز پڑھتے نہ ایمان رکھتے تھے، نہ ہی شرک وکفر کی باتوں سے باز رہتے تھے، نہ عصیان ونسیان سے بچتے تھے، آج ہم عذاب نار کے شکار ہیں، رب ذوالجلال کے شکار ہیں، ہم نے دنیا کی رعنائیوں کو جاوداں سمجھا، دولت وثروت کو اپنا محاسب وپاسباں مانا، اپنی طاقت وقوت پر نازاں تھے، آہ! آج ہمارا کوئی مددگار نہیں کوئی غم گسار نہیں، کوئی مونس وغمخوار نہیں، نہ دوست واحباب کام آئے، نہ مال ودولت نے ساتھ دیا، اور آج وہ ذلت وبدبختی، لعنت ورسوائی سے دوچار ہیں،

برادران ملت! قرآن کریم میں خداوند قدوس نے قیامت کے وقوع اور اس کی ہولناکی مختلف پیرائے، مختلف اسلوب میں بیان کیا ہے اور مشرکین وکفار کو بار بار ڈرایا ہے کہ وہ قیامت کو مذاق نہ سمجھیں، یہ دن واقع ہونے والا ہے، لہٰذا اس کی آمد سے پہلے ہی زندگی سدھارلیں اس لئے کہ وہ عسرت وتنگی کا دن ہوگا، حساب وکتب کا دن ہوگا، یاس وحیرت کا دن ہوگا، خوف ودہشت کا دن ہوگا، نہ وہاں شفاعت کام آئے گی، نہ ہی مال ودولت ساتھ دیں گے، نہ ہی دوست واحباب معین ومددگار ہوں گے، اس لئے کہ ہم نے واضح طور پر اعلان کیا ہے، لَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا یُؤْخَذُ

مِنۡهَا عَدۡلٌ کہ وہاں نہ شفاعت چلے گی، نہ ہی فدیہ کام دیگا، یہ سب تو دنیاوی چوپکلے ہیں، عالم فانی کے مرحلے ہیں، آخرت کا دن تو بس روز محاسبہ ہے، روز جزاء ہے، وہاں تو اسی دنیا کے اعمال پر بحث ہوگی، اس دن کی عدالت میں وہی امور زیر بحث ہوں گے جو اس دنیا میں انسان نے کئے ہیں، انجام دئے ہیں، وہی دن تو فیصلہ کا دن ہے، لہٰذا اسی دنیا میں خیر و شر کی راہوں میں سے کسی کو اختیار کر لو، اس عالم میں رہکر آخرت کی دو منزلوں اور دو ٹھکانوں میں سے کسی کو چن لو، دونوں کی راہیں کھلی کھلی ہیں، ظاہر و باہر ہیں،

عزیزانِ گرامی! آخرت کا یقین ایمان و توحید کا ایک لازمی عنصر ہے، اسی دنیا پر ایمان کے بغیر ایمان ممکن نہیں قیامت کا انکار، روز جزاء کا انکار کفر ہے، اور ایک مومن کامل کے لئے لازم ہے کہ روز جزاء پر یقین کامل رکھے، اور اسی دن کے محاسبہ کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے، اس کے عذاب سے لرزتا رہے اور رات کی تنہائیوں میں روتا رہے، گڑگڑاتا رہے یہی شان بندگی ہے۔

وَالَّذِيۡنَ يَبِيۡتُوۡنَ لِرَبِّهِمۡ سُجَّدًا وَّقِيَامًا وَالَّذِيۡنَ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا اصۡرِفۡ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا اِنَّهَا سَاۤءَتۡ مُسۡتَقَرًّا وَّمُقَامًا،

(پ ۱۹، ع ۴)

(ترجمہ) اور رحمٰن کے بندے وہ لوگ ہیں جو رات گذارتے ہیں اپنے رب کے لئے قیام وسجدے کی حالت میں، اور وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم سے جہنم کے عذاب کو پھیر دیجئے، بے شک اس کا عذاب چمٹنے والا ہے اور جہنم نہایت بُرا ٹھکانہ اور قیام کی جگہ ہے۔

محبانِ اسلام، عاشقانِ شمعِ رسالت! جب بندۂ مؤمن یوم آخرت کی حقیقتوں سے اور اس کے واقع ہونے کو دل وجان سے تسلیم کر لیتا ہے اور روزِ جزا و سزا پر اس کا یقین واعتماد پختہ اور مستحکم ہو جاتا ہے تو پھر اس کے نزدیک دنیوی زندگی کی کوئی حقیقت نہیں رہتی، وہ اس دنیا کی رعنائیوں زیبائیوں، دلفریبیوں کو نظرِ استحقار سے دیکھتا ہے، اور اس کا ہر عمل آخرت کیلئے ہوتا ہے، وہ قیامت کے دن کی جواب دہی اور روزِ محشر کی باز پُرسی سے بچنے کے لئے طاعت وعبادت اصلاح وتقویٰ، زہد وورع کی زندگی گذارنا پسند کرتا ہے، اس کے ہر ہر عمل کی غرض وغایت رضائے الٰہی ہوتی ہے، اور وہ دنیا کی چند روزہ لذتوں کے حصول کے بجائے آخرت کی باقی رہنے والی لذتوں کو ترجیح دیتا ہے، کیونکہ خالق ومالک نے اس کو دنیا وآخرت کی حقیقت بتادی ہے، ارشاد ہے۔

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى
اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى

(سورۃ الاعلیٰ)

(ترجمہ) بلکہ تم دنیوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت کی زندگی زیادہ بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے یہ باتیں ہم نے پہلوں کے صحیفوں میں بھی بتائی ہیں یعنی ابراہیم و موسیٰ کے صحیفے،

عزیزان ملت! ہم قیامت کی سختی و شدت کا اندازہ نہیں کرسکتے، اس کی ہولناکی و ہیبتناکی کو زبان سے بیان نہیں کرسکتے، اس کی طوالت کا احاطہ نہیں کرسکتے، قیامت تو وہ دن ہے جو بچوں کو بوڑھا بنادے گا، یَوۡمًا یَّجۡعَلُ الۡوِلۡدَانَ شِیۡبًا قرآن کریم نے اس کی مقدار کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے کَانَ مِقۡدَارُہٗ خَمۡسِیۡنَ اَلۡفَ سَنَۃٍ، پ۲۹ ع۵ ،، اور یہ پچاس ہزار سال دنیا کے سال نہیں بلکہ آخرت کے ماہ و سال ہوں گے، وہاں کا ایک دن دنیا کے ایک سال کے برابر ہوگا اور ہر سال بارہ ماہ کا ہوگا، اب اسی سے اندازہ لگا لیجئے اس دن کی درازی کا، وہاں کی شدت و وحدت کو کوئی قلم کیونکر تحریر کرے، کوئی زبان کیونکر بیان کرے، بس یہ سمجھ لیجئے کہ ہمارے لئے صرف یہی صورت ہے کہ ہم قیامت کی حقیقتوں کو جاننے کے لئے اس ذات پاک کا سہارا لیں جو شفیع المذنبین ہے، یوم حشر کا تاجدار ہے، روز جزا ہیں اولادِ آدم کا قائد ہے، انبیاء و مرسلین کا متکلم ہے، اسی کے دست مبارک میں پرچم حمد و ثنا ہوگا، اسی کے جلو میں انبیاء و مرسلین ہوں گے، اسی کے نظر کرم کے متلاشی انبیاء و مذنبین ہوں گے، وہ محبوب کبریا، وہ سید الانبیاء، وہ رئیس الاتقیاء بیان

کرتا ہے کہ جب محشر برپا ہوگا اس دن نفسی نفسی کا عالم ہوگا، لوگ دہشت و خوف کے حال میں ہوں گے اور شفاعت کے لئے آدم صفی اللہ کے پاس جائیں گے، ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جائیں گے، موسیٰ کلیم اللہ سے درخواست کریں گے، عیسیٰ روح اللہ سے گذارش کریں گے، مگر ہر طرف سے یہی جواب ملیگا کہ انا لستُ لھا، انا لستُ لھا، اور آخر میں میرے پاس آئیں گے اور مجھ سے شفاعت کے طالب ہوں گے اور میں کہوں گا کہ انا لھا ہاں میں شفاعت کرونگا،

برادرانِ ملت! ساقیٔ کوثر، محسنِ عالم، شفیعِ محشر اس دن بارگاہِ ذوالجلال میں سجدہ ریز ہوں گے، زبان پر حمدِ باری ہوگی، خدا کو اپنے حبیب و محبوب کی یہ ادا پسند تر آئے گی، ارشادِ باری ہوگا، یا محمد ارفع راسك واشفع تشفع اے میرے حبیب، اے میرے محبوب، اے میرے رسول، اے میرے نبی، اے محمدؐ اپنے سر کو اٹھائیے اور شفاعت کیجئے، آپکی شفاعت قبول کی جائے گی، اور آپ کی درخواست مانی جائے گی، اس وقت زبانِ محمدؐ سے یہی الفاظ ادا ہوں گے اللھم امتی امتی اے اللہ میری امت کو بخش دے، میری امت کو بخش دے، دنیا میں بھی امت کی فکر رہتی تھی آخرت میں بھی فکرِ امت غالب ہوگی، سراپا شفاعت ہوں گے، گناہ گاروں کو بخشوا رہے ہوں گے، خطا کاروں کو چھڑا رہے ہوں گے، آنکھوں میں آنسو ہوگا، زبان پر حمد ہوگی، دل امت کیلئے تڑپ رہا ہوگا اور حاکم مطلق کی رحمت جوش میں آئے گی، ارشاد ہوگا اے محمدؐ جاؤ جس بندے

کے دل میں ایک جَو کے برابر بھی ایمان ہو اس کو جہنم سے نکال لاؤ، خدا کا محبوب جائے گا اور ان تمام لوگوں کو نکال لائے گا جس کے دلوں میں ایک جَو کے برابر بھی ایمان ہوگا، انکو عذاب نار سے بچائیگا،

برادرانِ اسلامؑ! یہ سلسلہ چلتا رہے گا گنہ گار، خطاکار نکالے جاتے رہیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا محبوب، سارے جہاں کا سردار، یوم محشر کا تاجدار آخر میں عرض کرے گا بار الٰہا! اجازت ہو تو میں ان بندوں کو بھی نکال لاؤں جنہوں نے صرف لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہے، ندا آئیگی، اے محمد تمہارا یہ کام نہیں، تمہارا یہ منصب نہیں، لیکن میری عزت وجلال کی قسم، میری کبریائی وعظمت کی قسم، میں جہنم سے ہر اس فرد کو نکال دوں گا اور جنت میں داخل کر دوں گا جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے، ایمان کا اقرار کیا ہے،

عزیزانِ ملت! قیامت کی اس گھڑی میں جبکہ نفسی نفسی کا عالم ہوگا، خوف ودہشت کا ماحول ہوگا، افراتفری کا حال ہوگا، کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہوگا، کوئی کسی کا غم خوار نہ ہوگا، باپ بیٹے سے بھاگے گا، بیٹا باپ سے بھاگے گا، ماں بیٹی سے بھاگے گی، بیٹی ماں سے بھاگے گی، بھائی بھائی سے بھاگے گا، دوست دوست سے بھاگے گا، رشتہ داریاں ٹوٹ جائیں گی، قرابت داریاں ختم ہو جائیں گی، کوئی سہارا نہ ہوگا، کوئی ذریعہ نہ ہوگا بجز اعمالِ حسنہ کے، سوائے رحمتِ خدا کے اور شفاعتِ رسول کے، سورج کی تپش جلا رہی ہوگی، پیاس کے مارے زبان لٹک رہی

ہوگی، کفار ومشرکین بدحال ہوجائیں گے، چہرے پر پھٹکار برس رہی ہوگی، مردنی چھائی ہوگی، آنکھیں ویران ہوں گی، دل لرزاں وترساں، کمریں گناہوں کی گٹھری سے جھکی ہوگی، کیا عجیب منظر ہوگا؟

ایکطرف مجرمین ومقہورین ہیں تو دوسری طرف مؤمنین ومقبولین ہیں، قرآن شریف ان تمام مناظر کو کیسے مؤثر انداز میں بیان کرتاہے، سنئے اور غور کیجئے!!

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ، (سورۃ عبس)

(ترجمہ) جس وقت کانوں کو بہرہ کر دینے والا شور برپا ہوگا، جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا اور اپنی ماں سے اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے بھاگے گا ان میں سے ہر ایک کی ایسی حالت ہوگی جو اس کو ہر چیز سے غافل کر دے گی، اس دن کچھ چہرے روشن خنداں وشاداں ہونگے اور کچھ چہرے پر ظلمت ہوگی، ان پر کدورت چھائی ہوئی ہوگی یہی لوگ کافر وفاجر ہوں گے، ـــــ اور اسی منظر وکیفیت کا بیان "سورہ غاشیہ" میں اس

طرح کیا جا رہا ہے۔

هَلْ أَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ، (پ ۳۰ سورۃ الغاشیۃ)

(ترجمہ) اے رسول کیا آپ کو اس محیط عام واقعہ کی کچھ خبر پہونچی ہے (یہ وہی دن) کہ بہت سے چہرے اس روز ذلیل اور مشقت جھیلتے ہوں گے اور خستہ حال ہوں گے اور وہ آتش سوزاں میں داخل ہوں گے اور کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلائے جائیں گے اور ان کو بجز ایک خاردار جھاڑ کے کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک مٹائے گا،

یہ ان کفار و فجار، مشرکین و فساق کا حال ہوگا جو قیامت کا انکار کیا کرتے تھے، اس کی ہولناکی کا مذاق اڑاتے تھے، دنیا کی لذتوں میں غرق تھے، آخرت کی یاد سے غافل تھے، ان کے برعکس وہ لوگ جو آخرت کا یقین رکھنے والے تھے، عذاب نار سے پناہ مانگتے تھے، راتوں کی تنہائیوں میں، جلوتوں میں، خلوتوں میں، مجلسوں میں، محفلوں میں ہر جگہ اپنے رب کو یاد کرتے تھے، قیامت کے دن ان کا جو حال ہوگا وہ کچھ یوں ہے،

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ فِيْ جَنَّةٍ

عَالِيَةٍ لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ وَأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ،

(سورۃ الغاشیۃ)

(ترجمہ) اس دن کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے اپنی کمائی سے راضی ہو نگے، اونچے باغ ہوں گے، جس میں کوئی بکواس نہ سنیں گے، اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے، اس میں اونچے اونچے تخت ہوں گے، اور ان کے سامنے آبخورے (جام) ہوں گے، قالین بچھے ہوں گے، مخملین غالیچے ہوں گے،

برادران ملت ! قیامت کی دہشت وشدت، عظمت وجلالت کا جو کچھ بیان ہوا وہ تو بہت کم ہے، وہاں پر تو مجرمین وظالمین، باغیین طاغتین کفار ومشرکین، معاندین ومخالفین کی ذلت ورسوائی کے ایسے مناظر دیکھنے کو ملیں گے کہ زبان ان کے بیان سے عاجز وقاصر ہے، اور جو لوگ ایمان کا دعویٰ کرتے تھے اور دعویٰ کرنے کے باوجود دنیا میں بے عملی کی زندگی بسر کرتے تھے، لہو ولعب میں مشغول تھے، سیئات ومعاصی کے عادی تھے، سرکشی ونافرمانی کے مرتکب تھے، ان کے بارے میں بھی بے شمار حدیثیں ہیں،

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آقائے مدنی نے فرمایا کہ سوال کرنے والے قیامت کے دن اس حال میں اٹھیں گے کہ ان کے چہرے پر اس دن

گوشت کی ایک بوٹی بھی نہیں ہوگی، قرآن کریم یاد کر کے بھلا دینے والے کو کوڑھی بنا کر اٹھایا جائے گا، نماز چھوڑنے والا فرعون، قارون، ہامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ ہوگا، قاتل و مقتول اس حال میں ہوں گے کہ قاتل کا سر اور پیشانی مقتول کے ہاتھ میں ہوگا، مقتول کی گردنوں سے خون بہہ رہا ہوگا، اور قاتل کی مدد کرنے والے کا حال یہ ہوگا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان "آئس من رحمۃ اللہ" (اللہ کی رحمت سے مایوس) لکھا ہوگا، بدعہدی کرنے والے کی سُرین پر ایک جھنڈا ہوگا اور جس کی بدعہدی اور غداری جتنی بڑی ہوگی اس کا جھنڈا بھی اسی قدر بڑا ہوگا، زکوٰۃ نہ دینے والا اس حال میں ہوگا کہ اس کا مال سانپ کی شکل میں اس کی گردن سے لپٹا ہوگا،

لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، (پ ۴ ع ۹)

(ترجمہ) اور جو لوگ اللہ کے دیئے میں بخل کرتے ہیں جو اس نے انکو اپنے فضل سے دیا ہے، وہ یہ خیال نہ کریں کہ یہ ان کے حق میں بہتر ہے بلکہ یہ ان کے لئے وبال ہے، انھیں عنقریب قیامت کے روز اس کے مال کا طوق پہنایا جائے گا جس میں انھوں نے بخل کیا تھا۔

برادرانِ اسلام!! خیانت کرنے والے، بے ایمانی کرنے والے، غدّاری کرنے

والے، بدکاری کرنے والے، فحش کاری کرنے والے، جھوٹ بولنے والے، افترا پردازیاں کرنے والے، فتنہ انگیزیاں کرنے والے، ریشہ دوانیاں کرنے والے، مسلمانوں کو ستانے والے، مؤمنین کو پریشان کرنے والے، دین کا مذاق اڑانے والے، رشوت ستانی کے مرتکب، ریاکاری کے مرتکب، حق تلفی کرنے والے، غبن کرنے والے، سود لینے والے، قیامت کے دن عجیب وغریب حالات کے شکار ہوں گے، بدحالی، خستہ حالی کے تصویر ہوں گے، حزن وملال کے پیکر ہوں گے، حساب سے لرزاں ہونگے، مواخذہ سے ترساں ہوں گے، ان کے چہروں پر وحشت برس رہی ہوگی، اور اسوقت کیا حال ہوگا؟ جبکہ میزان عمل نصب ہوگا، اعمال تولے جائیں گے، اس وقت تو ہر فرد بدحواس ہوگا، نفسی نفسی کا حال ہوگا، کوئی مددگار نہ ہوگا، بس ترازو پر نگاہ ہوگی، اگر نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا تو پھر نعمت ورحمت ہے، جنت ومغفرت ہے، اور اگر پلڑا اٹھ گیا تو پھر جہنم کا عذاب ہے، خدا کا غضب ہے، عسرت وذلت ہے، دوزخ کی گھاٹی ہے، غساق وحمیم کا پینا ہے، زقوم وضریع کھانا ہے، قرآن کہتا ہے،

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ، اور اسیطرح فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ نَارٌ حَامِيَةٌ،

(ترجمہ) جس کا وزن بڑھ گیا تو وہ ایسے عیش و تنعم میں ہوگا جس سے وہ خوش ہوگا، اور جس کا وزن ہلکا ہوگا تو اس کا ٹھکانہ گڈھا ہے، تم کو کیا معلوم کہ وہ گڈھا کیا ہے؟ بھڑکتی ہوئی آتش سوزاں ہے) اس گھڑی میں جبکہ نامۂ اعمال دیئے جارہے ہوں گے، اعمال تولے جارہے ہوں گے، پلصراط بچھایا گیا ہوگا، کوئی کسی کا پُرسانِ حال نہ ہوگا، غمگسار نہ ہوگا، یار و مددگار نہ ہوگا)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ قیامت کے دن جبکہ نفسی نفسی کا عالم ہوگا، اس وقت آپ اپنے لوگوں کو یاد کریں گے؟ حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ تین مقام ایسا ہوگا کہ وہاں کوئی کسی کا فکر کرنے والا نہ ہوگا، ایک اس وقت جبکہ میزانِ عمل قائم ہوگا، دوسرا اس وقت جبکہ نامۂ اعمال دیا جائے گا، جب تک یہ نہ جان لے کہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جارہا ہے یا اسکی پشت سے دیا جارہا ہے، تیسرے اس وقت جبکہ پلصراط پر گذرنے کا وقت ہوگا، وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا (پ ۳۰ ع ۹) مگر اس مصیبت کی گھڑی میں بھی اللہ کا رسول، امت کا محسن و غمگسار، رحمتِ عالم، ہادیٔ اعظم، شفیعِ محشر، نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو بخشوانے کے لئے، ان کو بچانے کے لئے دوڑتے پھر رہے ہوں گے، کبھی میزانِ عمل پر ہوں گے، کبھی حوضِ کوثر پر ہوں گے، کبھی پلصراط کے پاس ہوں گے، کبھی عرش کے سایہ میں ہوں گے،

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گذارش کی تھی، التجا کی تھی، درخواست کی تھی، التماس کی تھی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن آپ میری شفاعت فرمائیے گا کہ نہیں؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے انسؓ میں تمہاری شفاعت کروں گا تو انسؓ نے پتہ بھی معلوم کر کے امّت پر احسان کیا تھا عرض کیا یا رسول اللہ اس بھیڑ میں، اس عظیم الشان مجمع میں آپ کو کہاں تلاش کروں گا؟ کس طرح ملاقات کرونگا؟ تو فرمایا کہ انسؓ میزان پر دیکھ لینا، وہاں نہ ملا تو پلصراط پر آجانا اور اگر وہاں بھی نہ ملا تو حوض کوثر پر ضرور ملوں گا، یہی تین جگہ ہے جہاں ملاقات کر سکتے ہو،

دوستو! حوض کوثر پر خدا کا رسولؐ، اللہ کا محبوبؐ اپنی پیاسی امّت کو آب کوثر پلا رہے ہوں گے ستاروں کی طرح چمکتے دمکتے جام ہوں گے، دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا، شہد سے زیادہ شیریں پانی ہوگا، جس نے ایک مرتبہ پی لیا پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا، سیراب ہو جائے گا،

غور کیجئے! پانی کیسا ہے؟ ساقی کیسا ہے؟ فضا کیسی ہے؟ مقام کیسا ہے؟ حوض کوثر کی کیا تعریف کریں؟ وہ تو ایسا حوض ہے جس کا پینے والا بھی سیراب، پلانے والا بھی مبارک، خاص عطیہ ہے، خاص نوازش ہے، اسی کو تو قرآن نے بیان کیا ہے اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْکَوْثَرَ اس کے دونوں کنارے پر موتیوں کے قبے ہوں گے، اس کی مسافت ہر جانب سے ایک ماہ کے سفر کی مدت ہوگی، اس کی

مٹی مشک وعنبر سے زیادہ مہک رہی ہوگی، پلانے والا پلا رہا ہوگا، پینے والے پی رہے ہوں گے، سیراب ہو رہے ہوں گے، خوش ہو رہے ہوں گے، آنے والوں کی کثرت ہوگی، انھیں آنے والوں میں کچھ لوگ بدعتی ہوں گے جب قریب پہونچیں گے تو نگراں فرشتے ان کو دور ہٹا دیں گے، اس لئے کہ اتباع سنت کا ٹکٹ نہیں ہے، ان کے پاس محبت رسول کا کارڈ نہیں ہے،

لہذا ان کو بھگاتے دیکھ کر شفیع محشر، ساقی کوثر تڑپ اٹھیں گے اور کہیں گے کہ ان کو مت بھگاؤ یہ تو میری امت کے لوگ ہیں، میرے اپنے معلوم ہوتے ہیں، فرشتے عرض کریں گے یا رسول اللہ نہیں جانتے ہیں کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد دین میں کیسی کیسی بدعتیں رائج کردی تھیں، یہ جانکر حبیب خدا، سراپا رحمت ورأفت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہیں گے، دور ہو، دور ہو، دور ہو!! آخری سہارا بھی گیا، بڑا نعرہ لگا رہے تھے، دنیا میں بہت دعوی کر رہے تھے، دنیا میں محبت رسول کے نام پر چادریں چڑھا رہے تھے، قبروں کو سجدے کر رہے تھے، نور کہہ رہے تھے، عالم الغیب کہہ رہے تھے، بڑا دعوی تھا، مگر معلوم ہوگا قیامت کے دن، پتہ چلے گا محشر کے روز جب حبیب خدا بھگا دے گا تو اللہ تعالی بھی محروم کردیں گے، اب بھی اگر توبہ کرلیں تو کام بن جائیگا، بدعات سے دور ہو جائیں تو کام بن جائے گا۔

تو بھائیو!! بات قیامت کی ہو رہی تھی، تذکرہ کوثر کا ہو رہا تھا،

ذکر رسول اللہ کا ہو رہا تھا، بات گنہگاروں کی ہو رہی تھی، قصہ خطا کاروں کا ہو رہا تھا، تو بھائیو! جب سزا و جزا کا یہ حال ہوگا کہ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ کی وضاحت، تو پھر ابھی سے کیوں نہ وہ راہ اختیار کریں جو راہِ نجات ہے ورنہ وہاں تو ایک ایک عمل کا محاسبہ ہوگا، ایک ایک نعمت کا سوال ہوگا، لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ اور جس کا محاسبہ ہو گیا تو پھر وہ کوئی گناہ، کوئی عمل نہ چھپا سکے گا، اس کی زبان بھی اس کے اعضاء گواہی دیں گے اور زمین بولے گی يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا جس دن کہ زمین اپنی خبروں کو بیان کرے گی، صحابہ نے اس آیت کی تفسیر میں سوال کیا تھا کہ اے اللہ کے رسول زمین کی گواہی کیسی ہوگی؟ تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ زمین کی گواہی یہ ہے کہ زمین کہے گی اے میرے رب تیرے فلاں بندے اور فلاں بندی نے فلاں دن فلاں مقام پر فلاں تاریخ کو مجھ پر یہ کام کیا تھا، قرآن کریم کہتا ہے، يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنكُمْ خَافِيَةٌ، کہ اس دن تم پیش کئے جاؤ گے، اور تمہارا اس دن کوئی راز پوشیدہ نہ رہیگا، جلوت کی باتیں بھی ظاہر ہوں گی، خلوت کی باتیں بھی واضح ہونگی، سفر کے اعمال بھی سامنے آئیں گے، حضر کے احوال بھی پیش ہونگے، ایک ایک عضو بولے گا، ایک ایک حالت بیان ہوگی، کوئی بات چھپی نہ رہے گی، کوئی بھید بھید نہ رہے گا اور مجرمین و مشرکین منکرین و معاندین حیران و پریشان، شدتِ خوف سے خود اپنے اعضاء و جوارح

سے شکایت کریں گے وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ، پ۲۴ ع۱۸ ،

(ترجمہ) وہ کہیں گے کھالوں سے تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ کھالیں جواب دیں گی کہ ہم کو بلوایا اللہ نے جس نے ہر شئ کو گویائی عطا کی، اسی نے تم کو پہلی بار پیدا کیا اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ،

دردمندانِ ملت !

اس دن مجرموں سے کہا جائے گا کہ اے مجرمو! آج تم مومنین سے جدا ہو جاؤ، الگ ہو جاؤ ،

اور ان کا جو حالِ زار ہوگا اس کو قرآن کچھ اس طرح پیش کرتا ہے ،

وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ (پ۲۱ ع۱۴)

(ترجمہ) اگر آپ اس منظر کو دیکھیں جب مجرمین اپنے رب کے حضور اپنے سروں کو جھکائے کھڑے ہوئے کہہ رہے ہوں گے اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا، سن لیا، ہم کو دنیا میں بھیجد یجئے، ہم نیک عمل کریں گے اب ہم کو یقین آگیا، لیکن وہاں سے واپسی کا سوال ہی نہیں، ان کفار و مشرکین کو عذاب کے فرشتے پیشانیوں کے بل گھسیٹتے ہوئے لیجائیں گے اور جہنم کی دہکتی ہوئی آگ

میں ڈال دیں گے، نہ آہ و فغاں کام آئے گا، نہ ہی کبر و غرور کام آئے گا،

وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ
إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا
أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ
رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۚ قَالُوا
بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝ قِيلَ
ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ
مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ، (پ ۲۴ ع ۵)

(ترجمہ) اور کافروں کو جہنم کی طرف گروہ در گروہ ہانکا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ دوزخ کے پاس پہونچیں گے اس وقت اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور ان سے دوزخ کے محافظ و نگراں فرشتے کہیں گے، کیا تمہارے پاس تم ہی لوگوں میں سے رسول نہیں آئے جو تم کو تمہارے رب کی آیتیں پڑھ کر سنایا کرتے، اور تم کو اس دن کی ملاقات سے ڈرایا کرتے تو وہ کفار کہیں گے ہاں آئے تھے اور لیکن عذاب کا وعدہ کافروں پر پورا ہو کر رہا، کہا جائے گا جہنم کے دروازے سے ہمیشہ ہمیش کے لئے اس میں داخل ہو جاؤ، پس تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانہ ہے،

برادرانِ ملت اسلامیہ! جب کفار و مشرکین خدا کی رحمت و مغفرت سے محروم

ہو کر دائمی عذاب کے لیئے جہنم میں داخل کیے جائیں گے تو پھر ان پر ہمیشہ کے لئے جہنم کا دروازہ بند کر دیا جائے گا، وہ طرح طرح کے عذاب میں گرفتار ہوں گے، موت کی تمنا کریں گے، موت موت پکاریں گے، لیکن نہ ان کو موت آئیگی اور نہ ہی وہ زندگی کی لذت محسوس کریں گے، آگ انکو جلا رہی ہوگی، دوزخ کی بلائیں ان کو ستا رہی ہونگی، لمحوں، ساعتوں میں ان کی کھالیں سیاہ ہو جائیں گی، مگر اللہ تعالیٰ ان کو بار بار نئی کھالیں پہنائے گا اور برابر عذاب کا سلسلہ جاری رہیگا، چیخیں گے چلائیں گے، سسکیاں لیں گے، مگر تخفیف نہ ہوگی، رحم نہیں ہوگا، شدت بڑھتی جائے گی، ذلت بڑھتی جائیگی، كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا ‹‹ پ ۵، ع ۵ ›› جب جب انکی کھالیں پک جائیں گی، جل جائیگی، ہم انکو دوسری کھال پہنا دیں گے، دوسری کھال دے دیں گے، اور مفسرین کہتے ہیں کہ ایک لمحہ میں، ایک سکینڈ میں ستر بار کھال جلے گی اور ستر بار بدلی جائیگی اور ان کا جہنم سے نکلنا ایسا ہی مشکل ہوگا، اتنا ہی ناممکن ہوگا جس طرح کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکلنا محال ہے، اور کفار و مشرکین کا جب جب کوئی گروہ، کوئی جماعت دوزخ میں جائیگی تو یہ لوگ اس کو جوش مارتا ہوا دیکھیں گے، اسکا جلال اور غیظ و غضب دیکھیں گے۔

اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ، پ ۲۹ ع ۱ ››

(ترجمہ) اور جب یہ لوگ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کی زور دار آواز سنیں گے، اور وہ اس طرح جوش مارتی ہوگی کہ معلوم ہوگا کہ ابھی غیظ وغضب سے پھٹ پڑیگی،

اور جہنمی انسان جس کی زندگی کفر وشرک میں بسر ہوئی تھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے، ابدالآباد کیلئے جہنم میں موت وحیات کی کشمکش میں گرفتار ہوگا نہ اس کو موت آئیگی اور نہ ہی زندگی کا لطف اٹھائے گا ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيهَا وَلَا يَحْيٰى، لیکن وہ بندے جو ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے، اسلام کی ثروت سے مالا مال ہوئے، عمل وکردار کے حسین پیکر میں ڈھلے، زہد وورع، اصلاح وتقویٰ کے زیور سے آراستہ وپیراستہ ہوئے ان کا حال یہ ہوگا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى، وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى اور بامراد ہوا وہ شخص جو قرآن سنکر عقائدِ باطلہ اور اخلاقِ رذیلہ سے پاک ہوگیا اور اپنے رب کا نام لیا، اور نماز پڑھتا رہا۔

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! یہ تو مختصر اور اجمالی طور پر دوزخیوں کا حال تھا، نافرمانوں کا حال تھا، سیہ کاروں کا حال تھا، خطا کاروں گنہ گاروں کا حال تھا، مگر اس کے برعکس قیامت کے دن نیکوکاروں، متقیوں، پرہیزگاروں، اللہ والوں کا کیا حال ہوگا ان کے لئے کیسی کیسی نعمتیں ہونگی، کیسی کیسی راحتیں ہونگی، اس کا بھی مختصر بیان ہو جائے اور معلوم

ہوجائے کہ قیامت کی سختیاں، ہولناکیاں ان پر اثر انداز ہوں گی یا نہیں؟ اور نفسی نفسی کے عالم میں ان پر کیا کیفیات ہونگی، ارشاد ہوتا ہے۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

(ترجمہ) اور جس دن ان کا نور ان کے آگے اور ان کے داہنی طرف دوڑتا ہوگا، اور ان سے کہا جائے گا آج تم کو بشارت ہو ایسے باغات کی جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے

برادران ملت! یہی وہ دن ہوگا جب مسلمانوں اور مومنین کے اعضاء وضو کے اثرات سے چمک رہے ہوں گے انکی پیشانیوں پر سجدے کے منور آثار ہوں گے، انھیں کو دیکھ کر قیامت کے دن اللہ کے رسول اپنی امت کو پہچانیں گے، تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ اور ان مومنین کے نور نماز کو دیکھ کر تاریکیوں میں رہنے والے منافقین ومنافقات تمنا کریں گے کہ کاش انکو بھی ان کا نور حاصل ہوجائے اور ان کی روشنی میں پلصراط کو پار کر جائیں، اسی منظر کو قرآن کریم اس انداز سے بیان کرتاہے،

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

انظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ
فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ
فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ،

(سورۃ حدید)

(ترجمہ) جس روز منافقین مرد اور عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے ذرا ٹھہرو ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کرلیں، انکو جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پھر وہاں روشنی تلاش کرو، پھر انکے درمیان ایک دیوار قائم کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا، اس کے اندرونی جانب میں رحمت ہوگی اور بیرونی جانب میں عذاب ہوگا،

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایمان والے مردوں اور عورتوں کو ان کے اپنے اپنے اعمال کے بقدر نور تقسیم ہوگا، جس کی روشنی میں وہ پلصراط پر گذریں گے، اور یہ نور اللہ کیطرف جنت کا راستہ بتانے والا ہوگا، ان میں سے کسی کا نور پہاڑ کے برابر ہوگا، کسی کا نور کھجور کے درخت کے برابر ہوگا اور سب سے کم نور اس شخص کا ہوگا جو انگوٹھے پر ٹمٹماتے چراغ کے مانند ہوگا کبھی روشن ہوگا، کبھی بجھ جائیگا اور منافقین مسلمانوں کو دہائیاں دیں گے، بلائیں گے اور کہیں گے کہ بھائی ہم تو دنیا میں تمہارے ساتھ تھے یُنَادُوْنَهُمْ أَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ، اس کے جواب میں مسلمان کہیں گے بیشک تم دنیا میں ہمارے

ساتھ تھے مگر تمہارا ساتھ ہونا خودغرضی کے سبب تھا، سیاستاً مصلحتاً ساتھ تو تھے مگر تم دل سے ہمارے ساتھ نہ تھے، تمہارے دل میں نورِ ایمان نہ تھا، زبان پر کلمۂ حق تھا اور باطن میں ہم سے دشمنی، عداوت، نفرت، عناد تھا، تم اسلام کو ختم کرنا چاہتے تھے، دین کے نور کو بجھانا چاہتے تھے،

وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ، پ۲۷ ع۱۸،

عزیزانِ ملت! جنتیوں کا جنت میں داخلہ بھی عجیب شان سے ہوگا، رضوان جنت کے گیٹ پر انکو اہلاً وسہلاً مرحبا کہیگا، ان پر سلامتی بھیجیگا، قرآن اس کی منظر کشی کرتا ہے، ارشاد ربانی ہے،

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا، پ۲۴ ع۵، اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں انکو جنت کی طرف گروہ در گروہ بھیجا جائیگا، حَتّٰى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ، یہاں تک کہ جب جنت کے پاس پہونچیں گے اور اس کے دروازے کھول دئے جائیں گے اور ان لوگوں سے جنت کے نگراں فرشتے کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو، تم بڑے مزے میں رہے، سو جنت میں ہمیشہ کیلئے داخل ہو جاؤ،

یہی وہ لوگ ہیں جن کو اہل دوزخ دنیا میں حقیر و ذلیل سمجھتے تھے، ان پر طنز کرتے تھے، ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے، کبھی مسجد کا لوٹا کہتے تھے، کبھی دنیا پرست کہتے تھے، کبھی ملاجی کہتے تھے کبھی صوفی جی کہتے تھے اور خطابات پر ہنستے تھے، ان کو ذلیل سمجھ کر خوش ہوتے تھے، اپنے آپ کو ترقی پسند گردانتے تھے، روشن خیال بتاتے تھے، لیکن جب قیامت کے دن اللہ والوں کو، ان علماء وصوفیاء کو، ان اتقیاء واصفیاء کو اور ان اولیاء وصلحاء کو اپنے پاس نہیں دیکھیں گے تو مارے حیرت کے کہیں گے "قَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ۝ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ" پ۲۳ ع۱۴

اور دوزخی کہیں گے کہ کیا بات ہے کہ وہ لوگ ہمیں دکھائی نہیں دیتے، جن کو ہم برے لوگوں میں شمار کیا کرتے تھے، کیا ہم ان کا غلطی سے مذاق اڑایا کرتے تھے، یا آنکھیں انکو دیکھنے سے عاجز ہیں۔

برادران ملت! بات اسی پر ختم نہیں ہوتی، سلسلہ اسی پر بند نہیں ہوتا بلکہ جب یہ جنتی بفضل الٰہی اور شفاعت رسول ﷺ کے صدقہ میں جنت میں داخل ہو جائیں تو پھر ان پر رحمتوں کے دروازے کھول دیئے جائیں گے، برکتوں کی گھٹائیں برس رہی ہوں گے، انوار وتجلیات کے فوارے پڑ رہے ہوں گے، دیدار الٰہی سے مشرف ہوں گے، دنیا میں تو یہ حال تھا

کہ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ فرمایا گیا، مگر جنت کا حال یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار اس شان سے کریں گے کہ کسی کو کسی طرح کی زحمت و پریشانی نہ ہوگی، جس طرح چودہویں رات کو بدرِ کامل کا دیدار ہوتا ہے اور ہر شخص اس کو دیکھتا ہے، یہی حال دیدارِ الٰہی کا ہوگا،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! پوچھا کس طرح؟ کہا جسطرح تم چودہویں رات کا چاند دیکھنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں کرتے، اسیطرح اللہ کو دیکھنے میں بھی کسی قسم کی دشواری نہیں محسوس کروگے، ہر شخص اللہ کا دیدار کرے گا اور کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جس سے آمنے سامنے ہو کر خداوندِ کریم کی گفتگو نہ ہو،

جنت میں بڑی راحتیں ہونگی، بڑا آرام ہوگا، ایک

برادرانِ عزیز! اعزاز تو یہ ہوگا کہ اہلِ جنت پُر شباب ہوں گے، حسن و جمال کے پیکر ہوں گے، نہ ان پر بڑھاپا طاری ہوگا، نہ دورِ کہولت آئے گا، نہ بیماریاں قریب آئیں گی، نہ پریشانیاں پھٹکیں گی، اس لئے کہ جنت راحت و فرحت کی جگہ ہے، عیش و آرام کا مقام ہے، وہ تو اعزاز و اکرام کا مرکز ہے اور وہاں کی نعمتوں سے، لذتوں سے، راحتوں سے، لطافتوں سے، آسائشوں سے لطف اندوز ہونے کیلئے نوجوانی کا دور سب سے بہتر ہے، سب سے عمدہ ہے، آپ تو دیکھتے ہی ہیں کہ

دنیا میں جب انسان بچہ ہوتا ہے تو پھر یہاں کی نعمتوں سے لطف نہیں اٹھا پاتا، اور بوڑھے تو بوڑھے ہی ہیں، نہ منہ میں دانت اور نہ پیٹ میں آنت، نہ دل میں جذبات، لہٰذا صرف نوجوان خوبصورت، حسین وجمیل، تندرست وتوانا، سرمگیں آنکھوں والے، بغیر داڑھی، مونچھ والے ہوجائیں گے، مطلب یہ ہے اللہ رب العزت اہل جنت کو ایسا ہی بنادیں گے،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت اُجرد واُمرد ہوں گے، انکی آنکھیں سرمگیں ہونگی، نہ ان کی جوانی فنا ہوگی، نہ کپڑے بوسیدہ ہوں گے، اللہ اللہ کیا شان ہوگی! اور یہ بھی تو دیکھئے کہ اجرد ہوں گے، اُمرد ہوں گے، نہ جسم پر بال ہوں گے کہ ان کا حسن دب جائے، نہ رخسار پر داڑھی ہوگی، اسی پر بس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی اعلان کرے گا جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کی روایت کردہ ایک حدیث ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اہل جنت جنت میں داخل ہوجائیں گے تو خدا کیطرف سے ایک پکارنے والا پکارے گا، اے جنت والو! تمہارے لئے یہ مقدر کیا گیا ہے کہ ہمیشہ تندرست رہوگے، کبھی بیمار نہیں پڑوگے اور یہ بھی مقدر ہوچکا ہے کہ ہمیشہ زندہ رہوگے، کبھی موت نہ آئے گی، اور ہمیشہ جوان رہوگے، اور کبھی بوڑھے نہ ہوگے،

برادرانِ ملت ! یہ جنت کی زندگی ہے، وہاں کیا کیا نعمتیں ہونگی، جنتی

کس شان سے رہیں گے، کھائیں گے، پئیں گے، پہنیں گے، اور ان کے خدّام کیسے ہوں گے؟ باغات، محلات، نہریں اور حور و غلماں کس شان سے خدمت کے لئے، راحت کے لئے، رہنے کے لئے ہونگی؟

آیئے ذرا قرآن وحدیث کی روشنی میں دیکھیں معلوم کریں،

ارشادِ ربانی ہے، فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰـھُمْ رَبُّھُمْ اِنَّـھُمْ کَانُوْا قَبْلَ ذٰلِکَ مُحْسِنِیْنَ،

(پ ۲۶ ع ۱۸)

(ترجمہ) بیشک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے، ان کے رب نے ان کو جو عطا کیا ہوگا وہ اس کو لے رہے ہوں گے، کیونکہ وہ دنیا میں اچھے کام کرنے والے تھے۔

اس کے بعد سورہ رحمٰن میں جس اسلوب وانداز اور شان بان سے ان نعمتوں کو شمار کرایا گیا ہے۔ اسکو بھی دیکھئے، وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ اور جس نے اپنے رب کے سامنے قیامت کے روز کھڑے ہونے سے خوف کھایا تھا اس کے لئے دو باغ ہوں گے، فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ، تو اے انس وجن اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤگے، ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ دونوں باغ کثیر شاخوں والے ہوگے، فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ، تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤگے، فِیْـھِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ان دونوں

میں دو چشمے بہتے رہیں گے، فَبِاَیِّ اٰلَاۗءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، فِیْهِمَا مِنْ کُلِّ فَاکِهَةٍ زَوْجٰنِ ان دونوں باغوں میں ہر قسم کے میوے کی دو دو قسمیں ہوں گی فَبِاَیِّ اٰلَاۗءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، مُتَّکِئِیْنَ عَلٰی فُرُشٍ بَطَاۗئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ وَجَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ فَبِاَیِّ اٰلَاۗءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ وہ لوگ اپنے تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے جن کے استر خوب موٹے ریشم کے ہونگے اور دونوں باغوں کے پھل قریب ہوں گے، تو تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۗنٌّ، فَبِاَیِّ اٰلَاۗءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ کَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ، فَبِاَیِّ اٰلَاۗءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ، هَلْ جَزَاۗءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ، فَبِاَیِّ اٰلَاۗءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ،

(ترجمہ) ان میں نیچی نگاہ والیاں ہونگی جن کو ان لوگوں سے پہلے جن و انس نے چھوا نہیں ہوگا، سوائے جن وانس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، اور احسان کا بدلہ احسان کے سوا کچھ نہیں ہے، تو اے جن وانس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے،

برادرانِ ملتِ اسلامیہ! ذرا تصور کیجئے، اپنے طائرِ فکر کو ایمان ویقین کی قوت

کے ساتھ، جنتی فضاؤں میں گھومنے کے لئے آزاد کر دیجئے اور قرآن و حدیث کی شاہراہ منور پر سفر کرتے ہوئے آخرت کے مراحل سے گذرتے ہوئے ذرا جنت کے مناظر میں کھو جائیے اور غور کیجئے کہ آپ جنت میں ہیں، آپ کے سامنے جنت کے چمن زار ہیں، سونے کے درختوں پر ہیرے و جواہرات کی پتیاں ہیں، جنت کے طیور نغمہ سنجیاں کر رہے ہیں، آپ کے سامنے تا حدِ نگاہ قسم قسم کے پھول کھلے ہیں، ان کی نکہت پاشی سے فضاءِ جنت معنبر و معطر ہے، ایک طرف نہریں ہیں، جاری ہیں، دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا، شہد سے زیادہ شیریں پانی اور نہریں بھی ایسی کہ اس کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار، اس کے کنارے ہیرے و جواہرات، یاقوت و زمرد کے ہیں، اور آپ جنت کے تخت پر جلوہ افروز ہیں، اور تخت بھی اس شان کا کہ دنیا میں اس کے جمال کی کوئی مثال نہیں، اس کے حسن کی نظیر نہیں، آپ کے سامنے قالین بچھے، ریشمی گاؤ تکئے لگے ہیں، ترتیب سے جام و مینا رکھے ہیں، خالص شراب طہور ہے، تسنیم و کوثر کی آمیزش ہے، شیریں شراب، سرگیں آنکھوں والی، پیکرِ حسن و جمال حور و غلماں کے ہاتھوں سے نوش فرما رہے ہیں، حور و غلماں بھی ایسے کہ قرآن ان کی صفات اس شان سے بیان کرتا ہے۔

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ، (پ ۲۷ ع ۳)

(ترجمہ) اور ان کے پاس ایسے ایسے غلمان آئیں گے جائیں گے، گویا وہ (حفاظت کے لئے) چھپائے گئے موتی ہیں،

یعنی نہ ان پر داغ دھبہ، نہ ان کے حسن پر بے رونقی کا اثر ہوگا چنداں آفتاب، چنداں ماہتاب کہ دیکھتے ہی نگاہوں کو سکون اور دل کو سرور کا احساس ہوگا، اور دوسری جگہ اس بات کو اسطرح کہا جارہا ہے۔

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ، إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ، (پ ۲۹ ع ۱)

(ترجمہ) ان جنتیوں کے پاس ایسے حسین وجمیل لڑکے آتے جاتے رہیں گے جو ہمیشہ ایک ہی حالت پر ہوں گے، جب آپ انکو دیکھیں گے تو محسوس کریں گے کہ وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔

ایک سے بڑھ کر ایک حسن وجمال، رعنائی وزیبائی، خوبروئی ودلربا دلکش ودل آویزی کے پیکر ہوں گے، نہ ان پر بڑھاپا طاری ہوگا اور نہ انکی حالت میں تغیر ہوگا، نہ رخسار پر بال ہوں گے، بلکہ چمکتے، دمکتے، مہکتے، گمکتے ہوں گے اور سونے چاندی اور بلور کے برتنوں میں جنتی کھانا پیش کریں گے، یاقوت ومرجان کیطرح حسین حوریں کھلا رہی ہونگی، غلمان ساقی ہوں گے، شراب طہور اور رحیق مختوم کے جام لنڈھاتے جارہے ہوں گے، کیا شان ہوگی، کیسا اعزاز ہوگا؟ پھر ہم عمر کنواری، عفت مآب، نجاست وغلاظت سے پاک وصاف جنتی

بیویاں ہونگی، حورِعین ہوں گی، سرمگیں نرگسی آنکھوں والیاں، جنتی کھائیں گے، لیکن پاخانہ پیشاب کی علتوں سے دور ہوں گے، اور ہر جنتی کو جنت میں سو مردوں کی قوت حاصل ہوگی، مرد و عورت سب پاکیزہ ہوں گے، نہ حیض و نفاس ہوگا، نہ بول و براز ہوگا، نہ کثرتِ مباشرت سے ضعف آئے گا، نہ حسن و جمال پھیکا پڑے گا، اور ہر خواہش آن واحد میں پوری، جنتی پرندوں کا گوشت ملیگا، ہزار قسم کے میوجات ہوں گے، ادھر تمنا ہوگی اُدھر انگور کے خوشے حاضر، ادھر کھایا ادھر ہضم، نہ گرانی نہ قبض، نہ بیماری نہ تکدّر، نہ پریشانی نہ گھبراہٹ، بس راحت ہی راحت، آرام ہی آرام، سکون ہی سکون، شراب پیں گرانی نہ، جنت میں بجواس اور جھگڑا، بس محبت و سلامتی ہوگی، تحمید و تسبیح ہوگی، دیدارِ الٰہی ہوگا، خدا کا قرب ہوگا، جنتی آپس میں ملیں گے، ملاقات کریں گے، خوش بیانیاں کریں گے، ہنسی مذاق کرینگے، خوش گپیاں کریں گے ۔

برادرانِ اسلام! لطف تو اس وقت آئیگا جب اہلِ جنت دوزخیوں کو دیکھیں گے اور ان سے چھیڑ چھاڑ کریں گے، مکالمہ بازی ہوگی، یہی تو وہ لوگ تھے جو دنیا میں ان کو ستاتے تھے، ان پر ہنستے تھے، ان کا مذاق اڑاتے تھے اور اہلِ دوزخ اس حال میں ہیں کہ اب ان پر خوش ہونے کی باری آئی ہے ۔

وَنَادٰىٓ اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا

عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالُوْا إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (پ ۸ ع ۱۳)

(ترجمہ) اور جہنم والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ برائے کرم تم پانی میں سے کچھ بہاؤ یا جو اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو دیا ہے، جنت والے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو ان کافروں پر حرام کر دیا ہے، جنہوں نے اپنے دین کو لہو و لعب بنا لیا تھا، اور دنیوی زندگی نے انکو دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔

ہوشمندانِ ملتِ بیضاء! سلسلۂ گفتگو دراز ہوتا جا رہا ہے، بات پر بات نکل رہی ہے اس لئے کہ تذکرہ جنت کا ہے پھر کیوں نہ بات بڑھتی جائے گی، پھیلتی جائے گی، اس لئے میں اپنی باتوں کو سمیٹتا ہوا، اور سب سے پہلے اپنے نفس کو پھر آپ تمام حضرات کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ خدا کی جنت انھیں حضرات کو نصیب ہوگی جنکی زندگی کا ہر لمحہ رضاء الٰہی میں گذرا ہو، اتباع سنت میں گذرا ہو، اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کا امتحان لے گا، ایسا نہیں ہے کہ مسلمان ہونے کے ناطے محض نام پر جنت مل جائے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ

الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ،

لہٰذا آئیے ہم وہ اعمال کریں، جن کے ذریعہ جنت، رحمت اور مغفرت نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام لوگوں کو صراطِ مستقیم پر چلائے اور اپنی رحمت و مغفرت سے سرفراز فرمائے، (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

نکاح اور معاشرہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام
علی خاتم النبیین محمد وآلہ واصحابہ
اجمعین الی یوم الدین،
اما بعد! قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
النکاح من سنتی وقال: اذا تزوج العبد
فقد استکمل نصف الدین فلیتق اللہ فی
نصف الباقی، (مشکوٰۃ شریف کتاب النکاح)

(ترجمہ) نکاح میری سنت ہے، اور فرمایا، جب بندہ نے نکاح کر لیا تو

اس نے آدھا ایمان مکمل کرلیا، لہٰذا اس کو باقی نصف میں اللہ سے ڈرنا چاہئے۔

بزرگو اور دوستو! میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثیں پڑھی ہیں، ان دونوں میں نکاح کے بارے میں بتایا گیا ہے، پہلی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیا ہے، اور دوسری حدیث میں نکاح کو نصف ایمان فرمایا ہے، نکاح کی اہمیت وفضیلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ نکاح انبیاء کی سنت ہے، اور قرآنی آیات سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے، سورہ رعد میں ارشاد ربانی ہے،

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً، (پ ۱۳ ع ۱۲)

(ترجمہ) بلاشبہ ہم نے آپ سے قبل بہت سے رسولوں کو بھیجا، اور انکو بیویاں اور بچے بھی دئے۔

ترمذی شریف کی ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے کہ چار چیزیں انبیاء ورسل، کی سنت میں داخل ہیں، (۱) شرم وحیاء، (۲) خوشبو کا استعمال (۳) مسواک (۴) نکاح، اس کے علاوہ اور دوسری احادیث بھی وارد ہوئی ہیں، کسی میں نیک صالح عورت سے نکاح کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، کسی میں کثرت سے بچہ جننے والی، خوب محبت کرنے والی عورت سے نکاح کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

برادرانِ ملت! نکاح، انسان کی اصلاح وتربیت میں اہم رول ادا کرتا ہے، نکاح انسان کو بدنظری، خواہش نفسانی، شہوت رانی جیسی اہم برائیوں سے بچاتا ہے۔ نکاح معاشرے سے برائیوں کو دور کرنے اور باہمی اتحاد واتفاق کا ذریعہ ہے، نکاح نسلِ انسانی کے عروج وارتقا اور انسانی شرافت کا ضامن ہے، نکاح اخوت ومحبت پیدا کرتا ہے، اصلہ رحمی کے جذبات کو فروغ دیتا ہے، دو اجنبی خاندانوں کے درمیان قرابت پیدا کرتا ہے، پھر نکاح عورت کے مقام کو بلند کرتا ہے، اس کو ماں بنادیتا ہے، جس کے قدموں کے نیچے جنت ہے، اس کو بیوی بنادیتا ہے، جس کی عزت وآبرو کا محافظ اس کا شوہر ہوتا ہے، اس کو بہو بنادیتا ہے، نکاح کے ذریعہ ایک عورت بیوی بنجاتی ہے، بہو بنجاتی ہے، ساس بنجاتی ہے، باعثِ احترام ہوجاتی ہے، محبت کا محور بنجاتی ہے، اور یہی عورت جب نکاح کے بغیر کسی سے تعلق قائم کرتی ہے تو ننگِ قوم بنجاتی ہے، طوائف اور فاحشہ بنجاتی ہے، ننگِ انسانیت کہلاتی ہے، بے حیائی وبے شرمی، بدکاری وزناکاری کا مرکز بنجاتی ہے، کتنا فرق ہے عورت ایک ہے، جنس ایک ہے اور معاملہ نکاح اور بغیر نکاح کا ہے،

برادرانِ اسلام! شادی بیاہ تفریح نہیں، تماشہ نہیں، کوئی کھیل نہیں بلکہ اسلام نے عبادت کا درجہ دیا ہے، شادی بیاہ کو نصف ایمان فرمایا ہے، اور نوجوانوں کو شادی کرنے کی ترغیب

دی گئی ہے تاکہ وہ ہوس کاری سے محفوظ رہیں، بدنظری سے محفوظ رہیں، زناکاری سے محفوظ رہیں، گناہوں سے دور رہیں، معصیتوں سے اجتناب کریں، اس لئے کہ شیطان انسانی فطرت سے واقف ہے، شہوانی جذبات سے آگاہ ہے، وہ عورتوں کے ذریعہ مردوں کو گمراہ کرتا ہے، ان کو زناکاری و بدکاری میں مبتلا کردیتا ہے، اسلامی اصول و قواعد کی خلاف ورزی کرواتا ہے، خدا ورسول کی نافرمانیاں کرواتا ہے اور انسان اپنی نفسانی و شہوانی خواہش کے دباؤ میں ہر جرم کر گذرتا ہے، جذبات کی شدت سے مغلوب ہو کر وہ حیوانیت کی حد میں داخل ہو جاتا ہے، اسی لئے حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے اَلنِّسَاءُ حِبَالَةُ الشَّيْطٰنِ کہ عورتیں شیطان کی جال ہیں، وہ اس جال کو شکار پھانسنے کیلئے استعمال کرتا ہے، اور شیطان کے دجل و فریب سے بچنے کا سب سے بہترین نسخہ اس حدیث میں فرمایا گیا ہے، جیسا کہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے، یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ وِجَاءٌ،

(بخاری ومسلم)

(ترجمہ) اے نوجوانو! کی جماعت تم میں سے جس کو نکاح (شادی) کرنیکی قدرت ہو وہ نکاح کرلے، اس لئے کہ شادی نگاہوں کو جھکانے والی ہے یعنی بدنظری سے بچاتی ہے اور شرمگاہ کی خوب حفاظت کرنے والی ہے یعنی

بدکاری سے محفوظ رکھتی ہے، اور جس کو قدرت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے کیونکہ
روزہ خواہشات کو توڑ دیتا ہے،

بزرگو اور دوستو! آپ نے نکاح، شادی، بیاہ کی فضیلت واہمیت کے بارے میں تھوڑا بہت جان لیا، اب اتنا اور جان لیں کہ اسلام سادگی پسند ہے، بلاوجہ کی رسموں، لایعنی باتوں سے بچنے اور اعتدال کی راہ پر رہنے کی ترغیب دیتا ہے، شہرت، پسند اور آسانیاں پیدا کرنے والا، کسی پر بیکار مالی وغیرہ بوجھ نہ ڈالنے والا، مذہب اسلام شادی بیاہ میں سادگی کی ترغیب دیتا ہے کہ چند افراد کو جمع کیا جائے اور خطبہ مسنونہ کے بعد مرد و عورت کو شادی کے بندھن میں باندھ دیا جائے، ایجاب و قبول ہو اور بس ہاں!! اگر شوہر کی استطاعت میں ہو تو دعوت ولیمہ کرے، ورنہ وہ بھی ضروری نہیں، شادی کے بعد بیوی اپنے شوہر کے گھر رہنے لگے، اس کا تمام جائز خرچ شوہر کے ذمہ ہے، نکاح کی اسلامی رسم اتنی ہے کہ اس کا اعلان کر دیا جائے، اور اعلان کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ مساجد میں نکاح ہو، نمازی حضرات روزانہ پانچوں وقت نماز کیلئے مسجد میں جمع ہوتے ہیں، اس طرح سب کو معلوم ہو جائے گا کہ فلاں بن فلاں نے فلاں بنت فلاں سے نکاح کیا ہے، اور دف بجا کر بھی اعلان کیا جاسکتا ہے، مگر اتنا جان لیجئے کہ اصل مقصد نکاح کو مشہور کرنا ہے۔

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

نکاح کا اعلان کرو، نکاح مسجد میں کرو اور اس کے لئے دف بجاؤ، کتنا سادہ اور آسان طریقہ ہے اسلامی نکاح کا، نہ جہیز، نہ بارات، نہ رسمیں، کچھ بھی نہیں ہے۔

سامعین کرام! اب ذرا ہم اپنے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں اپنے حالات کا جائزہ لیں کہ ہم نے نکاح، شادی بیاہ کو کیا بنا دیا ہے، ہمارے زمانے کی شادیاں، ہمارے معاشرے کا نکاح، حقیقت میں نکاح نہیں بلکہ انسانیت کی تذلیل ہے، کاروبار ہے، تجارت ہے، نام و نمود ہے، تماشہ ہے، نمائش ہے، ریاکاری ہے، ہم نے جہیز کی لعنت اختیار کی ہے، شادی بیاہ کے نام پر جہیز و تلک جیسی مشرکانہ رسمیں انجام دیتے ہیں، عورت کو فروخت کرتے ہیں، لڑکوں کو نیلام کرتے ہیں، ہماری شادیاں محبت کا ذریعہ نہیں عداوت کا باعث بن گئی ہیں، حرص و طمع، کمینہ پن کی علامت بن گئی ہیں،

ساتھیو! جہیز کے نام پر، تلک کے نام پر، شادی بیاہ میں جو خرافات اور مشرکانہ رسمیں ہمارے یہاں رائج ہو گئی ہیں وہ خالص ہندوانہ رسمیں ہیں، اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، مگر جہیز لینے والے اور دینے والے جہیز کو سنت کہتے ہیں، رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے نام پر اپنی ہوس کاری کو چھپاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ؐ نے اپنی پیاری صاحبزادی حضرت فاطمہ ؓ کو چکی، گدا، تکیہ، پلنگ، مشکیزہ اور مٹکا عطا کیا تھا، مگر جہیز کو سنتِ رسول ؐ کہنے والوں کو اس سنت کی حقیقت معلوم نہیں، آپ نے جو کچھ حضرت فاطمہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا کو دیا تھا وہ اپنی طرف سے نہیں دیا تھا بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے مال سے دیا تھا، یعنی شوہر کا مال تھا بیوی کیلئے اسی سے سامان خرید اگیا تھا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پرورش کی، ان کے سرپرست اور کفیل تھے، جب حضرت فاطمہ رضؓ سے نکاح کی بات ہوئی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے پاس مہر دینے کیلئے کچھ نہ تھا، اللہ کے رسولؐ نے حضرت علی رضؓ کو ایک زرہ عطا کیا تھا، اس کو فروخت کر کے حضرت علیؓ نے نصف رقم سے حق مہر دیا، اور نصف باقی سے یہ سب سامان خریدے گئے،

دوستو! جہیز درحقیقت ایک لعنت ہے جو ہم سے چمٹ گئی ہے، ہم نے اس لعنت کو تمدن سمجھ کر قبول کر لیا ہے، چونکہ اس پر عیش و عشرت کے سامان کی فراوانی نظر آتی ہے، مفت کی دولت مل جاتی ہے، اسی لئے مالدار طبقوں نے اس کو اپنی نمائش کا ذریعہ بنا لیا ہے، دولت مندوں نے اللہ کی دی ہوئی نعمت کو حرص و طمع پیدا کرنے کا آلہ بنا لیا ہے، زیادہ سے زیادہ جہیز دیکر دراصل دولت کی نمائش کرنا ہوتی ہے، مگر اس نمائش نے آج ہم کو کتنا ذلیل بنا دیا اس کا ہمیں تصور بھی نہیں، کتنی لڑکیاں جہیز کی بھینٹ چڑھ گئیں، کتنی بچیوں نے خودکشی کر لی، کتنے والدین غربت کی وجہ سے اپنی پیاری بچیوں کی شادی نہیں کر سکتے، اس لئے کہ داماد کو دینے کیلئے انکے پاس "ٹی وی" نہیں، سائیکل نہیں، فریج نہیں، اور حیرت تو یہ ہے کہ جہیز دینے والے کہتے ہیں کہ

ہم کو اپنی لڑکی سے محبت ہے، اگر لڑکیوں سے محبت ہے، انکی فکر ہے تو انکو میراث میں حصۂ مقررہ دیں، شریعت کیمطابق ان کا حق ادا کریں، یہ کیا کہ جہیز کے نام پر مشرکانہ رسمیں جاری کیجائیں،

غور کیجئے! کتنی لڑکیاں جلائی گئی ہیں؟ اور جلائی جارہی ہیں؟ کتنی لڑکیاں بغیر شادی کے بیٹھی ہیں؟ حسن و جمال میں بیمثال مگر دولت سے محروم اور اس غربت کی یہ سزا مل رہی ہے کہ شادی رکی ہے، جہیز نے معاشرے میں بگاڑ پیدا کر رکھا ہے، معاشرے میں بدکاریوں کو فروغ دیا ہے، خودکشی کو فروغ دیا ہے رشوت کو فروغ دیا ہے، غریب ماں باپ ساہوکاروں سے سود لیکر اپنی بچیوں کی شادی کرتے ہیں اور زندگی بھر سود بھرتے رہتے ہیں، گھربار فروخت ہوجاتا ہے، سامان بک جاتا ہے، داماد نما شیطان پھر بھی مانگتا رہتا ہے اور نہ ملنے پر معصوم جانوں کو تیل چھڑک کر، پٹرول چھڑک کر جلادیتا ہے، جلائے جانے کے واقعات ہمارے معاشرے میں تیزی سے رونما ہورہے ہیں۔

بھائیو! جہیز کی لعنت نے کیا مصیبتیں پیدا کردی ہیں؟ جرائم کے کتنے دروازے کھولدیئے؟ آپ تصور بھی نہیں کرسکتے، صرف ۱۹۸۵ء میں سرکاری رپورٹ کے مطابق صرف دہلی میں ۳۵۸ عورتیں جلائی گئی تھیں، اگر ہم نے جہیز کا لین دین بند نہ کیا تو اس کے نتائج اتنے بھیانک ہوں گے کہ آپ تصور بھی نہیں کرسکتے، یہ لعنت چند لوگوں کا مسئلہ نہیں ہے، یہ پورے

مسلم معاشرے، مسلم سماج کا مسئلہ ہے، ہم کو اس کے خلاف میدان میں آنا پڑے گا، اگر نہیں آئے، اس کو بند نہ کرایا گیا تو وہ دن دور نہیں جب مسلمان بھی غیروں کی طرح لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالیں گے، جیسا کہ راجستھان میں ہو رہا ہے، بمبئی، دہلی جیسے شہروں میں ہو رہا ہے، دور جاہلیت لوٹ آئیگی، حیوانیت کا زمانہ لوٹ آئے گا، اسلام نے جس فتنہ کو بند کیا تھا وہ فتنہ پھر سے سر اٹھا رہا ہے، آگے بڑھئے اور اس فتنہ کا دروازہ بند کر دیجئے،

(وما علینا إلا البلاغ)

ناجائز رسم بھی شادی میں رکھو نہ روا
مایوس ہوا جب تو قسمت کو ہی دیتا

تلکُ و جہیز

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃُ والسّلام علٰی
عبادہٖ الصّالحین، اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم، یا اَیُّھا النّاسُ
اتّقُوا ربّکُمُ الّذِی خلقکُم مّن نفسٍ وّاحدۃٍ
وّخلق منھا زوجھا وبثّ منھُما رجالًا کثیرًا
وّنساءً واتّقُوا اللّٰہ الّذِی تساءلُون بہٖ والارحام
اِنّ اللّٰہ کان علیکُم رقیبًا،

(پ۴، ع۱۲)

امّا بعد!

پہلے دیکھا تھا بازار میں صنم بکتے ہیں
آج کیوں شرم نہیں آتی کہ ہم بکتے ہیں
تیری عظمت کی قسم مرد کی قیمت ہے یہ کم
مرد بک سکتا نہیں بکتے ہیں مٹی کے صنم

محترم سامعین کرام! بزرگانِ دین، میرے بھائیو، عزیزو اور میری ماں اور بہنو! آپ جیسی عظیم المرتبت شخصیات کی موجودگی میں چند منٹ لب کشائی کی ہمت کی ہے، آپ حضرات کی شفقت و محبت کا دین ہے، ورنہ ع

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل

اگرچہ پیروں میں ڈگمگاہٹ، اور دلوں میں گھبراہٹ کا احساس ہو رہا ہے، لیکن آپ حضرات کی کرم فرمائیوں نے ہمت کی جو دولت عطا کی ہے اسی کے سہارے کچھ عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں، آج تلک اور جہیز کی لعنت سے ہمارا معاشرہ دوچار ہو رہا ہے، بہت سے ارمانوں کی دنیا پلٹ رہی ہے اور نہ جانے کتنی آہیں اور سسکیاں فضا میں محلول ہو رہی ہیں، آج ہم اسلام کے دعویدار ہیں، خود ہی اسلام کے صاف شفاف اور پرکشش چہرہ پر قابلِ لعنت داغ بن چکے ہیں، نکاح اور شادی کو اسلام کے عائلی قوانین میں سنت اور عبادت کی حیثیت حاصل ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی نفسیات اور فطرت کا کتنا صحیح اندازہ لگایا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا، دنیا میں لوگ شادی بیاہ حسن وجمال اور مال ومتاع اور حسب ونسب کی بنیاد پر کرتے ہیں، لیکن ایک حق پرست اور خدا پرست کا شیوہ یہ ہونا چاہیئے کہ وہاں تمام امور سے قطع نظر کرکے اپنی شریک حیات کو پسند کرنے میں دینداری کو ترجیح دے، آپؐ نے فرمایا! محض خوبصورتی کی بنا پر کسی عورت سے نکاح نہ کرنا، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ حسن وجمال اس کیلئے تباہی اور بگاڑ کا سبب بنجائے، محض مال ودولت کی وجہ سے بھی شادی نہ کرنا، بلکہ دینداری کی بنا پر شادی کرنا،

اس گرانقدر نصیحت کے بعد فرمایا! کہ جب کسی ایسے شخص کیطرف سے پیام آجائے جس کے اخلاق دین سے مطمئن ہو تو شادی کرو، ورنہ زمین کے اندر عظیم فتنہ اور زبردست فساد برپا ہوجائے گا، تلک وجہیز کے پرستار، دن دہاڑے ڈکیتی ڈالنے والے، ان ہدایات کی روشنی میں اپنی شادیوں کا جائزہ لیں کہ شادی کے وقت کون سا نقطۂ نظر ہے جو ہمارے سامنے ہوتا ہے، آج دنیا کی چمک دمک، مال ودولت کی ریل پیل، جاہ ومنزلت اور شان وشوکت کی ہوس نے انسانوں کو اندھا بنادیا ہے، اور اسی طوفان میں دین وفطرت کا جاننے والا، اور اسلامی سادگی کا نقیب ومحافظ خس وخاشاک کی طرح بہتا چلا جارہا ہے، آج دولت کے پجاری لڑکی سے شادی نہیں کرتے، بلکہ تلک سے شادی کرتے ہیں، آج کے

نوجوان تلک اور جہیز کے بازار میں بک کر اسلامی حیثیت کا جنازہ نکال رہے ہیں، اور لڑکی والے بھی جھوٹی شان کو برقرار رکھنے کیلئے دولت پانی کیطرح بہا رہے ہیں، حالانکہ اسلام نے اس فطری اور انسانی ضرورت کو بھی سادگی کے ساتھ انجام دینے کی تاکید کی ہے، خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے بابرکت شادی وہ ہے جس میں کم مال خرچ ہو، اور دشواریوں میں مبتلا نہ ہونا پڑے، لیکن ہم نے اپنی بدقسمتی کی بنا پر رسم ورواج اور خرافات کی پابندی اور تلک وجہیز کی قید لگا کر نکاح اور شادی کو اتنا مہنگا کر دیا ہے کہ لوگ اس خوف سے خودکشیاں کر رہے ہیں، خاندان لٹ رہا ہے، عصمتیں لٹ رہی ہیں اور دشمنی پیدا ہو رہی ہے، روپیہ والے محض اپنی شان وشوکت ظاہر کرنے کے لئے لاکھوں روپیہ پانی کی طرح بہا دیتے ہیں، آج تلک وجہیز کی لعنت عہد جاہلیت اور اس دور کے غیر مہذب معاشرہ کی تاریکی میں پھر ہمیں دھکیل رہے ہیں، اس لعنت کے سبب لڑکیوں سے نفرت اور ان کی پیدائش سے عار آج کا مزاج بنتا جا رہا ہے، جس طرح یہودیت اور عیسائیت اور بدھ دھرم میں عورت کا کوئی خاص مقام ومرتبہ نہیں تھا، عورت گناہ کا پتلا سمجھی جاتی تھی، اور مرد کی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے سامان کے طور پر استعمال کیجاتی تھی، اور بقاء نسل کی خاطر گناہ کے اس مجسمہ کو بدرجۂ مجبوری سماج ومعاشرہ میں باقی رکھا جاتا تھا، حتیٰ کہ بدھ مت اور ہندو مت میں مرد کی موت کے بعد عورت کو زندہ رہنے کا

حق نہیں تھا، اسیطرح ہندوستان، چین وجاپان میں عورت شوہر کی موت کے ساتھ ہی ستی ہو کر اپنی زندگی کے چراغ کو گل کردیتی تھی، عرب میں نزول قرآن سے قبل پیدا ہونے والی بچیوں کو زندہ مٹی میں دفن کردیا جاتا تھا، صاف صاف قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے وَاِذَا الْمَوْءٗدَۃُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ، کہ جب زندہ درگور لڑکیوں سے پوچھا جائے گا کہ کس قصور کی بنا پر قتل کی گئی ہے،

بہرحال عرب معاشرہ میں بھی عورتوں کا کوئی خاص مقام ومرتبہ نہیں تھا، مگر اسلام نے عورتوں کو عزت بخشی، ان کے مقام ومرتبہ کو بلند کیا، ان کے لئے ان کے حقوق اور فرائض کو متعین کیا، اور عقد ونکاح کو سنت و عبادت قرار دیکر ان کے تقدس وعظمت کو بام عروج تک پہونچادیا، ان کو شوہروں کے ہاتھ میں اللہ کی امانت قرار دیا گیا، تاریخ عالم میں اسلام نے پہلی بار باپ کی وراثت میں بیٹی کا حصہ متعین کیا، اور لڑکوں کی طرح لڑکیوں کو بھی اولاد کی صف میں شانہ بشانہ کھڑا کردیا، شوہر کی جائداد میں بھی بیوی کا حق مقرر کیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، مگر افسوس!...... آج بزرگوں، نوجوانوں نے تلک وجہیز کی لعنت کو اپنے گلے سے لگاکر اس صنفِ نازک کو اس تاریکی میں دھکیلنا شروع کردیا ہے جہاں سے اللہ رب العزت نے اپنے کلام پاک میں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنے فرمان میں نکالا ہے، کیا آج ان معصوم کلیوں کی چیخیں سننے پر تلے ہوئے ہیں؟ جو زمانۂ جاہلیت میں ابا ابا کی صدائیں بنکر نکلتی تھیں، اور ظالم باپ کو اسلئے رحم نہیں آتا تھا کہ معاشرہ اور سماج کے رویہ سے بالکل تنگ آچکا ہوتا تھا، گڈھا کھودتا اور اپنی معصوم بچی کو اس میں ڈالدیتا، جب مٹی ڈالنے لگتا تو بچی ابا ابا کہکر چیخنے لگتی لیکن باپ کا دل نہ پسیجتا،

نوجوان بھائیو! میدان عمل میں آؤ، ذرہ برابر تم میں غیرت اسلام ہے تو تلک و جہیز کی لعنت کو ٹھوکر مار دو، اگر والدین مجبور کریں تلک و جہیز کی لعنت بڑھانے پر تو تم ان سے بغاوت کرو، اور اے میری ماؤ اور بہنو! تم بھی آگے آؤ اور صنف نازک کو پہچانو، اور جو نوجوان بھائی پیش قدمی کرے دوسرا نوجوان پہلے اس کی بہن کو پیغام دے، انشاء اللہ یہ مسئلہ حل ہوتا چلا جائیگا، اور اے میرے لائق عزت مالدار دادا اور بزرگو آپ بھی میدان میں آئیں اور اس لعنت کو دور کریں، اور جھوٹی شان کو ظاہر کرنے کیلئے لاکھوں روپیہ پانی کیطرح بہانے کے بجائے انہی روپیوں سے غریبوں، مسکینوں اور مجبوروں کی شادی کرائیں، اور اپنی بچیوں کا صحیح ترکہ دیں، یہ تلک و جہیز کی لعنت کو دور کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے، صحیح ترکہ کا نکالنا بھی ثابت ہوگا،

خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا جگر گوشہ رسول سے بھی بڑھکر کوئی عورت ہے؟ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تلک و جہیز کا نظام

کر دیتے تو ساز و سامان کا ڈھیر لگ جاتا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نہیں کیا،

کہاں ہیں منسٹروں کی لڑکیاں؟ کہاں ہیں کروڑپتیوں کی لڑکیاں؟ کہاں ہیں زمینداروں کی بیٹیاں؟ کہاں ہیں لاکھ پتیوں کی لڑکیاں؟،

میرے بھائیو! حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بڑھکر بھی کوئی لڑکا ہوگا؟ تو کہاں ہیں منسٹروں کے لڑکے؟ کہاں ہیں مالداروں کے لڑکے؟ کہاں ہیں زمینداروں کے لڑکے؟ کہاں ہیں کروڑپتیوں کے لڑکے؟ لہٰذا اب بھی ہمیں چاہیئے کہ ہوش میں آئیں ورنہ بربادی قسمت بنجائے گی، بعض لوگ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کا حوالہ دیتے ہیں کہ آپؐ نے حضرت فاطمہ رضؓ کو مختصر جہیز دیا، لہٰذا مختصر دینا جائز ہے، جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو جہیز کے نام پر بوقتِ رخصتی جو کچھ دیا تھا وہ تمام سامان حضرت علی رضؓ کی زرہ فروخت کرکے خریدا گیا تھا، اور حضرت فاطمہؓ کو پیش کیا گیا، حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے وہ زرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چار سو اسی (۴۸۰) درہم میں فروخت کردی، مگر اس کی قیمت کے ساتھ حضرت عثمان غنی رضؓ نے وہ زرہ بھی حضرت علیؓ کو دے دی، آپ نے ان کو بہت دعائیں دیں، حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں کہ وہ رقم لے کر میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا اس رقم کے اس حصہ سے خوشبو خرید لاؤ! انھیں سے یا

کسی اور سے فرمایا! ایک حصہ سے کپڑا وغیرہ اور فرمایا کہ اس سے فاطمہؓ کے لئے جہیز خریدو، چنانچہ ایک خاص قسم کا عربی بستر اور چمڑے کا تکیہ اور دوسری ضروری چیزیں تیار کی گئیں،

دوسری جگہ ارشاد ہے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہؓ کا جہیز گھنے درختوں کا بستر اور چمڑے کا ایک تکیہ جس کا حشو کھجور کی چھال کا تھا، دوسری جگہ روایت میں ہے کہ ان دونوں کا شب عروسی کا بستر مینڈھے کی کھال کا تھا، اسی وجہ سے آپ نے فرمایا کہ سب سے بابرکت نکاح وہ ہوتا ہے جس میں مال کم خرچ ہو، آپؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص عزت وعظمت حاصل کرنے کے لئے شادی کریگا تو حق تعالیٰ شانہ ایسے شخص کو ذلت ورسوائی کے سوا کچھ نہیں دیگا، اور جو شخص مال کی لالچ میں شادی کریگا تو اسکو فقر وتنگدستی کے سوا اور کچھ نہ دیگا اور جو شخص حسب ونسب اور برتری خاندان کے لئے شادی کریگا تو اسکو رسوائی اور ذلت ملیگی، اور جو شخص پاکدامن بننے کیلئے اور عزت وآبرو اور نگاہ نیچی رکھنے نیز صلہ رحمی کے لئے نکاح کرے گا تو اس کو رحمت وبرکت حاصل ہوگی،

آج بہت سی نوجوان خواتین اپنی ازدواجی زندگی سے اس لئے محروم ہیں کہ انکے پاس لڑکوں کو خوش کرنے اور ناجائز مطالبہ پورا کرنے کے اسباب فراہم نہیں ہیں، انکے پاس وہ اسباب نہیں جن سے لڑکوں کو خوش کیا جاسکے، یہ کیوں؟ اس لئے کہ آج کے نوجوان کا عام مزاج بن گیا ہے کہ تمام قیمتی

۔۔! ان جن کی خریداری پر انکی قدرت و وسعت نہ ہو، انکو جہیز کے نام پر حاصل کیا جائے، اپنی ڈگریاں، خاندان، حسب و نسب حتیٰ کہ تعلیم کا معاوضہ جہیز کے نام پر حاصل کرتے ہیں، جن کے سبب لڑکی کے اولیاء اپنی معاشی اور مالی کمزوری اور غربت و افلاس کے پیش نظر اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی نوجوان لڑکیوں کے جذبات کو فوت ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں، اور اپنی اپنی اس مجبور زندگی سے موت کو ترجیح دیکر خودکشی جیسے خطرناک جرم کے ارتکاب کی جسارت کر لیتے ہیں، ٹھیک اسی وقت سے لڑکی کے لیے عسرت و ناامیدی کے ایام شروع ہو جاتے ہیں، اور اپنی زندگی اسی ناامیدی میں گذارتی ہے، اور آہستہ آہستہ نفس کے تقاضوں کو پورا کرنیکی خاطر شریعت کے معین کردہ ان تمام حدود کو پار کر جاتی ہے جو انکی عفت و عصمت کی حفاظت کے لئے قائم کئے گئے تھے، حتیٰ کہ وہ حدودِ انسانیت سے تجاوز کر کے حدودِ حیوانیت میں داخل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے معاشرے میں بدکاری زناکاری اور ناجائز اولاد کے ایسے خطرناک پہلو سامنے آتے ہیں جن سے انسانیت کانپ اٹھتی ہے،

اے مسلمانو! اس لیے ہمیں ہوش میں آجانا چاہئے، ورنہ بربادی قسمت بن جائے گی، میرے بھائیو! اور دوستو! میں نے جو اتنی باتیں آپ حضرات کے سامنے بیان کی، آپ کی سمجھ میں آتی ہے یا نہیں؟ یا ادھر سے سنا اور ادھر سے نکالدیا، آپ حضرات سے میری درخواست ہے کہ تلک۔۔۔ و جہیز کے رسم کو دور کیجئے، اب میں

انھیں چند باتوں پر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں، دعا کریں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے تمام مسلم بھائیوں کو جہیز کی لعنت سے بچائے، (آمین) اور نکاح، شادی اور بیاہ کو سادگی سے انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے (آمین، ثم آمین)

ہر شہر ہر گلی میں ہے چرچا جہیز کا
دنیا میں یہ رواج ہے اچھا جہیز کا

لڑکے کا جنم ہوتے ہی کہتا ہے فخر سے
ایک لاکھ کا ٹکٹ ہے یہ بچہ جہیز کا

لڑکی کے والدین کی نیندیں حرام ہیں
جب سے سنا ہے شہر میں چرچا جہیز کا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

شبِ براٴت

الحمدُ لِلّٰہ الّذی بیدہٖ تصریفُ الاُحوالِ والصّلوٰۃ
وَالسّلامُ علیٰ سیّدِ الہادین اِلیٰ محاسنِ الافعالِ
امّا بعد! قال النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم،
"شعبانُ شہری ورمضانُ شہرُ اللّٰہ"۔

محترم سامعینِ کرام! اللہ تبارک وتعالیٰ کا کتنا بڑا احسان وکرم ہے کہ اس نے ہم سب کو اکٹھا ہو کر بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائی، ہم لوگ جتنا بھی شکریہ ادا کریں کم ہے۔
آج بڑے ہی اچھے اتفاق سے آپ حضرات کے مابین لب کشائی

کرنے کا موقع ملا ہے، بہت دنوں سے یہ آرزو تھی کہ آپ حضرات کے سامنے لب کشائی کروں، زہے نصیب کہ آج خدا نے وہ موقع بھی میسّر فرمادیا اور وہ بھی ایسا ہفتہ جس میں ہم لوگوں نے خرافات ہی خرافات مچا رکھا ہے، جس کو اللہ کے رسولؐ نے کہا تھا شعبان شہری و رمضان شہر اللہ کہ شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے، لیکن ہم لوگوں نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی اور ایسے متبرک اور باعظمت مہینہ میں بھی بدعات پھیلا رکھی ہے، اسلئے میں سوچ رہا ہوں کہ پہلے تو اس کی فضیلت بیان کردوں اور اس کے بعد احکام بھی بیان کردوں، اور اس کے بعد ہم لوگوں نے جو قسم قسم کے خرافات رائج کر رکھے ہیں، جن سے ہمیں پرہیز ضروری ہے ان پر بھی روشنی ڈالوں، دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح کہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

حضرات! ذرا غور کریں کہ یہ کیسا متبرک مہینہ ہے، نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نسبت اپنی طرف کی اور فرمایا کہ یہ میرا مہینہ ہے، جس مہینہ کی نسبت ایسے نبی کیطرف ہو جو کہ ہادئ کل اور فخر رسل ہے تو بھی اس کی اہمیت میں شبہ ہو سکتا ہے؟ ذرا اندازہ کیجئے کہ کتنا متبرک مہینہ ہے کہ سید الکونین نے اپنا مہینہ کہا ہے اور صرف کہا ہی نہیں بلکہ عمل کرکے اسے اپنا ظاہر کرکے دکھادیا،

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب کی برکت سے اس امت

پر جہاں بہت احسان کئے ہیں وہیں شعبان کا مہینہ اور اس کی پندرہویں شب بھی امت محمدیہ کے لئے رحمت و مغفرت اور بخشش کا سیزن بنا کر بھیجا، یوں تو پورا سال ہی رحمت و مغفرت اور قبولیت کا ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی قبولیت کے لئے کچھ خاص اوقات متعین کر دیئے، اور خاص دن اور خاص مہینہ بھی تاکہ خدا کے لاڈلے رسولؐ کے امتی اپنے اس قبولیت کے مہینہ میں بھی اپنے تمام گناہوں سے پاک ہو جائے،

چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شعبان کی پندرہویں شب میں قیام کرو، اور دن کا روزہ رکھو، اللہ تعالیٰ پندرہویں کے غروب آفتاب کے بعد آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے ہیں اور یہ آواز دیتے ہیں کہ ہے کوئی معافی چاہنے والا جو مجھ سے معافی چاہے اور میں اسے معاف کر دوں؟ اور کوئی روزی چاہنے والا ہے؟ جو مجھ سے روزی چاہے کوئی مصیبت زدہ ہے؟ جو مجھ سے اس کے دور کرنے کے بارے میں کہے اور میں اسے دور کر دوں! اسی طرح صبح صادق تک آواز دیتے رہتے ہیں کہ ہے کوئی گنہ گار ہے کوئی سیہ کار ہے کوئی مخلص وفادار؟ ہے کوئی مصیبت زدہ؟ آئے، جلدی آئے، خدا آواز دے رہا ہے، سال بھر گنہگار مجھے پکارتے ہیں آج میری رحمت گنہگاروں کو بلا رہی ہے، میری رحمت گنہگار کے دروازے پر دستک دے رہی ہے، آج گناہ لیکر آؤ گے معاف کر دیا جائے گا، رزق لینے آؤ گے دیدیا جائے گا، اولاد لینے آؤ گے تو

دے دیا جائے گا، جنت لینے آؤ گے تو عطا کر دی جائے گی۔ ؎

کس چیز کی کمی ہے مولیٰ تری گلی میں
دنیا تری گلی میں عقبیٰ تری گلی میں

پرچون مانگو گے تو ملیگا، تھوک مانگو گے تو ملے گا، لطف کی بات یہ ہے کہ سب کچھ دے دیا جائے گا اور کچھ نہ لیا جائے گا۔ ؎

تیرے کرم سے اے کریم کون سی شئی ملی نہیں
یاں جھولی ہی مری تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

داتا سب کا داتا، ذرا دیکھئے تو اس رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے دروازے پر، صدیق اکبر رضی خدا کے دروازے پر، عمر رضی خدا کے دروازے پر، علی رضی خدا کے دروازے پر، مگر افسوس کہ ان کے امتی اور پیروی کرنے والے بدعات و خرافات کے دروازے پر۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں آرام فرما رہے تھے، یکایک آدھی رات کے قریب بستر خالی، اگر میں نے یہ سوچا کہ شاید آپ دوسری زوجۂ مطہرہ کے پاس تشریف لے گئے ہوں گے، لیکن جب میں نے آپکو تلاشا تو آپ بقیع میں تشریف فرما تھے اور بارگاہِ ایزدی میں دعا کر رہے تھے۔

اسیطرح ایک حدیث میں فرماتی ہیں کہ ایکمرتبہ حضرت جبرئیل

تشریف لائے اور فرمایا کہ اے عائشہ رضؓ تم جانتی ہو یہ کون سی رات ہے؟ میں نے کہا خدا ہی بہتر جانتا ہے، تو فرمایا یہ رات بہت ہی متبرک رات ہے، اس رات میں اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کی بخشش فرما دیتا ہے، بلکہ بنی کلب کی بکریوں کے بال کے برابر اس رات میں اللہ تعالیٰ جہنم سے بندہ کو نجات دیتا ہے، لیکن چھ (۶) شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھتا اور نہ ہی اس کی جانب متوجہ ہوتا ہے، وہ چھ یہ ہیں، کینہ پرور، صلہ رحمی سے عاری، تکبر کرنے والا، شرابی، والدین کی نافرمانی کرنے والا، پائجامہ لٹکانے والا،

حضرات گرامی! ذرا غور تو کریں کہ اللہ تعالیٰ ایسی متبرک رات میں بھی ٹخنے سے نیچے پائجامہ والے کی دعا قبول نہیں کرتے، ہماری نظروں میں کوئی گناہ نہیں، اس کی ہمارے یہاں کوئی اہمیت ہی نہیں، ایسے گناہ کو ہم لوگ گناہ سمجھتے ہی نہیں، ذرا غور تو کیجئے کہ جس کو ہم بچوں کا کھیل سمجھ رہے ہیں اس کی اہمیت کا یہ حال ہے کہ ایسی متبرک رحمت عامہ والی رات میں بھی اس شخص کی کوئی قدر نہیں، وہ بندوں میں شمار ہی نہیں کیا جاتا، گرچہ وہ کتنی ہی عبادت کیوں نہ کر لے اس کی دعا قبول ہی نہیں ہوتی،

ذرا سوچئے کہ یہ ہم سب کو لرزا دینے والی بات ہے یا نہیں؟ جس

کے بارے میں تصور ہی نہیں ہے کہ یہ گناہ کا کام ہے، لیکن اس کا یہ حال ہے کہ خدا ہر انسان کیطرف متوجہ ہے لیکن اسکی طرف متوجہ نہیں، اور نہ ہی اس کی نظر رحمت ہوتی ہے، اسی طرح والدین کی نافرمانی کا بھی یہی حال ہے کہ ہم لوگ جس چیز کو کچھ نہیں سمجھتے، بات بات پر اس کو جھڑک دیتے ہیں، اسے گالی دیدیتے ہیں، یہی نہیں بلکہ بات اب اس حد تک پہونچ جاتی ہے کہ مارنا بھی شروع کر دیتے ہیں اور طرح طرح سے ستاتے ہیں حالانکہ اللہ نے کہا ہے، وَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا، لیکن ہم نے ان سب کی کوئی پرواہ نہیں کی، اور والدین کی نافرمانی شروع کر دی، ذرا غور کیجئے کہ اس گناہ کی وجہ سے بھی اس کی موجودگی میں کوئی دعا قبول نہیں، اس لئے ہمیں اب بھی توقع ہے کہ ہم اور آپ اپنے والدین سے معافی تلافی کر کے اسے خوش کر لیں گے، اگر وہ ناراض ہو گئے تو خدا ناراض ہو جائیگا، پھر تو کہیں کے نہ رہیں گے، ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

اس لئے ہم اور آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان سب امور سے پرہیز کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آگے ان سب خرافات سے بچائے،

یہ تو اس رات کی خصوصیات تھیں جو بیان کی گئیں کہ ہم ان احادیث

کی روشنی میں اس رات کو کس طرح گذاریں، ذرا دیکھیں، آپ ذرا غور کریں صرف تین کا ثبوت ہوگا۔

(۱) قبرستان جانا،

(۲) رات بھر نفلی عبادت کرنا،

(۳) دن میں روزے رکھنا،

ان سب امور کی پابندی کرتے ہوئے انھیں عملی جامہ پہنائیں تو کامیابی وکامرانی قدم بوس ہوگی، اور ان تینوں کو سنت طریقے پر ادا کرنا خیر وبرکت اور ثواب کا باعث ہے، ورنہ عذاب اور سزا کا مستحق ہوگا، قبرستان جائے تو بغیر کسی اہتمام کے جائے، قبرستان جاکر یہ دعا پڑھے،

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یغفر اللہ لنا ولکُمْ اَنْتُمْ سلفنا ونحن بالاثر،

اگر یہ دعا یاد نہ ہو تو کوئی اور مسنون دعا پڑھے، اور قبروں کے پاس کھڑے ہوکر مُردوں کے لئے دعائیں کرے، سورہ یٰسین پڑھے سورہ تکاثر پڑھے، اور سورہ اخلاص، اور درود شریف وغیرہ پڑھے، اور جب قبرستان پہونچے تو اس بات کا خیال رکھے کہ قبر کو ہرگز نہ روندے، اور اس کے بعد دعا کرے اور دعا میں یہ نیت کرے کہ اے اللہ! جو کچھ ہم نے پڑھا اس میں جو بھی غلطی ہوئی ہو معاف فرما، اور اس کا ثواب ان لوگوں کو پہونچادے، اور اس رات میں جتنا ہوسکے نفل

پڑھے، اور اگر نماز پڑھ رہا ہو تو بغیر جماعت کے نماز ادا کرے، کیونکہ نفل نماز میں جماعت نہیں ہے، تلاوت کلام اللہ کرے یا سنے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھے، اپنے لئے اور رشتہ داروں کے لئے، دوستوں کے لئے اور پوری امت کی بخشش کیلئے دعا کرے، اور کہے کہ اے اللہ! ہمیں حلال روزی نصیب فرما، اور ہر قسم کی بلاؤں سے محفوظ فرما، کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسے ہی دعاؤں کی تلقین کی تھی کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا! یوں کہو اے اللہ! آج تک جو ہوا معاف فرما اور آگے خیر کی توفیق عطا فرما، اور خصوصاً گناہوں سے توبہ کرے جس کے ہوتے ہوئے کوئی دعا قبول نہیں ہوتی، اور جو حضرات طویل نماز پڑھنا چاہیں وہ صلوٰۃ التسبیح پڑھیں اور دعا کریں اور خوف خدا سے روئیں گڑگڑائیں، والدین اور اولاد کے حق میں دعا خیر کریں، اور اس بات کی طرف پوری توجہ رہے کہ اس رات میں تنہا تنہا عبادت کیجائے، کیونکہ نفلی عبادت کیلئے یوں بھی تنہائی بہتر ہے، اگر جمع ہو کر عبادت کرنا بہتر ہوتا تو سید الکونین تن تنہا بقیع الغرقد (مدینہ کے قبرستان) میں تشریف نہ لیجاتے، اور وہاں تنہا عبادت نہ کرتے، اگر ایسا ہوتا تو کم از کم صحابہ کو ہی اجتماعی طور پر عبادت کے لئے فرماتے، لیکن آپ نے ایسا نہ فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبرستان تنہا جانا فرداً فرداً عبادت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ ان سب کے باوجود بھی بعض مقامات پر اس رات میں زیادہ لوگوں کو

بلانے اور جمع کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، اجتماع سے شب بیداری گرچہ سہل اور آسان ہے مگر نفلی عبادت کیلئے لوگوں کو اس طور پر جمع کرنا اور ہونا اور مسجدوں میں اکٹھا ہو کر جاگنا، جبکہ آج کل رواج ہے، اکثر علماء نے مکروہ لکھا ہے، درّ مختار میں ہے کہ ایسی راتوں میں تنہا عبادت کرنا مستحب ہے، لیکن افسوس صد افسوس کہ آج ہمارے معاشرے میں شب براُت کی تیاری ہفتہ روز قبل ہی شروع ہو جاتی ہے، اور عوام سے چندہ لیتے ہیں اور مسجد کو سجاتے ہیں یہ قطعًا جائز نہیں ہے،

بھائیو! بعض جگہ تو ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ اس رات میں چائے ناشتہ تک کا انتظام کیا جاتا ہے، جب کوئی پوچھتا ہے تو بتایا جاتا ہے کہ آپ کو معلوم نہیں کہ شب براُت ہے؟ جاگنے کے لئے یہ سب چیزیں تیار کی جاتی ہیں، آپ کیسے مسلمان ہیں؟ کیا آپ کو معلوم نہیں؟ معلوم ہوتا ہے کہ آپ وہابی ہیں،

عوام سے چندہ لینا اور مسجد سجانا اور کھانے وغیرہ کا انتظام کرنا، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اگر شریعت کو ہم مانتے ہیں تو ہم کو یہ کہنا ہوگا کہ یہ بدعت ہے اور فضول خرچی ہے، اور فضول خرچی سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے،

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ (پ ۱۵، ع ۳)

(ترجمہ) بے شک فضول خرچی کرنیوالا شیطان کا بھائی ہے،

اور حدیث میں آیا ہے کہ کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَکُلُّ ضَلَالَةٍ فِی النَّارِ، ہر بدعت ضلالت ہے اور ضلالت جہنم میں لیجانیوالی ہے

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تمام بدعات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اور شب براۃ میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے کی توفیق دے،

(آمین ثم آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین،

عیدُ الفطر

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین محمدٍ رسول اللہ وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین ومن تبعہم باحسانٍ الیٰ یوم الدین، امّا بعد،

حضرات گرامی! مذہب اسلام کے دو عظیم الشان تہوار وں میں سے ایک عید الفطر کا تہوار ہے، اسلامی تہوار کا آغاز مدینہ منورہ سے ہوا مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں مسلمانوں نے کوئی تہوار نہیں منایا مگر ہجرت کے بعد جب مسلمانوں کو سکون اور اسلام کو عروج حاصل ہوا تو

پھر انسانی فطرت کی رعایت کرتے ہوئے اسلام نے مسلمانوں کو بھی شرعی حدود کے دائرہ میں رہتے ہوئے جشن مسرت منانے کی اجازت دی اسی لئے کہ انسانی فطرت کا مزاج ہے کہ وہ خوشیوں کے مواقع تلاش کرتا رہتا ہے اور مشکلات و مصائب سے بھاگتا ہے، یہی وجہ ہے کہ دنیا کی ہر قوم، ہر ملت میں مذہبی، دینی، قومی تہواروں کی تاریخ ملتی ہے، کبھی کسی عظیم الشان شخصیت کی یاد میں جشن ہوتا ہے، تو کبھی مذہبی مناسبت سے تہوار ہوتا ہے، کسی قومی رہنما کی یاد میں خوشی منائی جاتی ہے تو کبھی کسی ملی قائد کی ولادت پر جشن ہوتا ہے، ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں تہوار، تقریبات، جشن، میلے، وغیرہ، یہ سب بہانے ہیں مسرت و شادمانی کے حصول کے، یہ سب وسائل ہیں خوشیوں کے حصول کے، ان لمحات میں انسان ہر غم کو بھول جاتا ہے ہر فکر سے آزاد ہو جاتا ہے، یہ لمحات اس کی زندگی کے حسین لمحات ہوتے ہیں۔

حضرات! آپ تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے ہزاروں سال سے تہوار منایا جا رہا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم بھی تہوار مناتی تھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بھی مصر والے اور بنی اسرائیل عید مناتے تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم بھی تہوار مناتی تھی، ان سب تہواروں کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے، میں سب کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا اور اپنے ہندوستان میں دیکھ لیجئے ہزاروں سال سے دیوالی، ہولی وغیرہ منائی جا رہی ہے،

اسیطرح اسلام سے قبل عربوں کے بھی بہت سے تہوار تھے بہت

سے میلے تھے جن کو وہ بڑے اہتمام سے مناتے تھے، انھیں تہواروں میں سے ایک بہت مشہور تہوار یا جشن "سوق عکاظ" تھا، یہ بازار بہت اہتمام سے لگایا جاتا تھا، مہینوں تک جشن ہوتا تھا، اس میں شعروادب کے مقابلے ہوتے تھے، کشتی، تیر اندازی، نیزہ بازی، گھوڑ سواری کے مقابلے ہوتے تھے، کھیل، تماشے، کرتب بازی سب کچھ بڑے اہتمام سے ہوتا تھا، سامانوں کی خرید و فروخت اعلیٰ پیمانہ پر ہوتی تھی، اسلام کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس میں جاتے تھے اور مختلف قبیلوں کو اسلام کا پیغام سناتے تھے، دین کی دعوت دیتے تھے، اور جب اسلام پھیل گیا، اسلامی تہوار کا آغاز ہوگیا، شرک و کفر کا خاتمہ ہوگیا، تو یہ سلسلہ بند ہوگیا، اور وہی عرب جو دور جاہلیت میں مشرکانہ تہوار مناتے تھے اسلام قبول کرنے کے بعد اسلامی تہوار منانے لگے، تہوار باقی رہا مگر اس کی شکل وصورت بدل گئی، پہلے جو تہوار تھا اس میں خرافات تھی، مشرکانہ افعال تھے، بتوں کی پوجا ہوتی تھی، شراب و کباب، رنگ رلیاں، ناچ گانے، بدمستی، خرمستی ہوتی تھی اور اسلام کے بعد کا تہوار طاعت و بندگی، عبادت و ریاضت، پیار و محبت، النفات و نظافت، پاکیزگی اور طہارت کا مظہر تھا، یہ تہوار بالکل انسان کی فطرت وطبیعت کے مطابق تھا، اس تہوار کو اجر و ثواب کا ذریعہ بنا دیا گیا، شکر واحسان مندی کا باعث قرار دے دیا گیا۔

اسلامی تہوار کا آغاز کیسے ہوا اس کے بارے میں حضرت انس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر
مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ انصارِ مدینہ دو دن کھیلتے
کودتے، کھاتے پیتے ہیں، آپ نے اس کے بارے میں انصار سے پوچھا کہ اس کی کیا
تاریخ ہے؟ انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم دورِ جاہلیت سے ایسا کرتے آرہے ہیں
اس وقت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کے
بدلے میں اس سے بہتر دو دن عطا فرمایا ہے، ایک عید[illegible] دوسرے عید الاضحیٰ،

بزرگو اور دوستو !

تہوار درحقیقت قوموں کی [illegible] زندگی
کی عکاسی کرتے ہیں، آپ اس [illegible] تہواروں کا
موازنہ کیجئے بہت فرق نظر آئے گا، صرف ہولی کی مثال دیتا ہوں، اس تہوار میں جو کچھ
ہوتا ہے اس کا تجربہ ہر ایک شخص کو ہے، گالی گلوج، شراب، بھنگ، رنگ پھینکنا،
گندے گندے جملے ادا کرنا، بہو، بیٹی، ماں، بہن کا مذاق اڑانا، اس تہوار پر انسان
حیوان بن جاتا ہے، کسی کی بھی عزت خطرہ میں پڑ سکتی ہے، انسانیت کی سطح سے ہٹ کر
تہوار منانا تہوار نہیں جہالت ہے، اس کے برعکس اسلام میں عید الفطر کا تہوار سنجیدگی
و متانت اور وقار و عزت سے پُر ہوتا ہے، عطر و خوشبو کا استعمال فضا کو مشکبار کر دیتا
ہے، مسلمانوں کے زرق و برق لباس انکی ظاہری و باطنی طہارت کا ثبوت دیتے ہیں
ان کے لبوں پر حمدِ باری ہوتی ہے وہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ، کا ترانہ گنگناتے ہوئے بڑے وقار کے ساتھ عیدگاہ

جاتے ہیں اور اپنے پالنہار خالق ومعبود کے دربارِ عالیشان میں سجدہ ریز ہوجاتے ہیں، یہ شکرانہ کی نماز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خوشی کا دن دکھایا، ایک ماہ تک روزہ رکھنے، نماز پڑھنے، تلاوت کرنے کی توفیق دی، رمضان المبارک کی برکتوں، رحمتوں نعمتوں، الذتوں سے نوازا، رحمت ومغفرت اور جہنم سے نجات دی، اس مبارک مہینہ میں طاعت وبندگی کی سعادت سے سرفراز فرمایا، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور احسان کو تسلیم کرتے ہوئے مسلمانانِ عالم دوگانہ ادا کرتے ہیں،

ایک حدیث میں آیا ہے کہ عید الفطر کے دن جب بندگانِ خدا عیدگاہ کیطرف جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میرے لئے روزہ رکھا، میرے لئے نماز پڑھی، آج میں اسکی بخشش کرتا ہوں، کتنا بڑا انعام ہے،

برادرانِ اسلام! عید الفطر کی صبح اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے دنیا میں اُترتے ہیں اور گلی کوچوں، چوراہوں، بازاروں میں پھیل جاتے ہیں اور کہتے ہیں جن کو انسان وجنات کے علاوہ ہر مخلوق سنتی ہے کہ اے بندگانِ خدا! اپنے رب کیطرف نکلو آج وہ تم کو بہت بڑا اجر وثواب دیگا، تمہارے گناہوں کو بخشدیگا، عید الفطر کے دن فرشتے بندوں سے مصافحہ کرتے ہیں، ان کو مبارکباد دیتے ہیں، ان کا استقبال کرتے ہیں، عید الفطر کے روز صبح صادق کے بعد سے ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر صدقۂ فطر واجب ہے، جس کو وہ اپنے چھوٹے بچوں، خدمتگاروں ذاتی ملازموں کیطرف سے ادا کرے گا، صدقۂ فطر نصف صاع گیہوں، جو آج کے ایک

کلو چھ سو ساٹھ گرام کے برابر ہوتا ہے یا ایک صاع جو کھجور کشمش نکالے گا، صدقہ فطر نکالنے سے دو فائدے بتائے گئے ہیں، ایک تو رمضان المبارک میں جو بدگوئی بد احتیاطی اور لغزش ہوگئی ہے اس کے لئے کفارہ ہوگا، دوسرے مسکینوں، غریبوں محتاجوں فقیروں کے لئے کھانا ہوگا، اس خوشی کے دن ان کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے، تاکہ کسی کے چہرہ پر غم کے بادل نہ ہوں، کسی کے دل میں فکر نہ ہو، کسی کے گھر میں فاقہ نہ ہو بلکہ ہر فرد مسرور و شاداں ہو، ہر مسلمان خوش ہو،

حضرات! عید الفطر جیسے اسلامی تہوار کے موقع پر اب مسلمانوں میں بھی اسراف ہونے لگا ہے، وہ فضول چیزوں میں مبتلا ہوگئے ہیں، فیشن بازی کرنے لگے ہیں، سینما گھروں میں روپیہ برباد کرنے لگے ہیں، یہ تہوار تو خیر و برکت حاصل کرنے اور گناہوں کی بخشش کرانے کا تہوار ہے، یہ تہوار تو ہمدردی و غم گساری کا تہوار ہے، اس دن تو خیرات و صدقات کرنی چاہیئے، غریبوں کی، مسکینوں کی فکر کرنی چاہیئے، اپنا روپیہ پیسہ یتیموں، محتاجوں، فقیروں کی امداد و اعانت میں لگا کر جنت و رحمت اور مغفرت کمانی چاہیئے، سنیما گھروں، تھیٹروں، ہوٹلوں میں رقم پھونکنے سے وقتی لذت ملیگی مگر ساتھ ہی گناہ بھی ہوگا، باعث عذاب بھی ہوگا یہ سب تو شیطان کو خوش کرنیوالے افعال ہیں،

تو آیئے ہم عید کو اسلامی شان سے منائیں، اس کی

خوشی کو باعث اجر و ثواب بنائیں، رحمت و مغفرت کا ذریعہ بنائیں، عید کے پیغام کو پوری دنیا میں عام کریں، اسلام کی روح پرور تعلیمات کو عام کریں، اخوت و محبت، ہمدردی و غمگساری، وفاداری و رواداری کو عام کریں،

اللہ تعالیٰ ہم سبکو فضولیات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اسلامی تہواروں کی صحیح قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ،

قربانی

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام
علیٰ سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ
اجمعین الیٰ یوم الدین،

اما بعد:

صدرِ محترم وسامعین کرام! میں آپ حضرات کے سامنے قربانی کے موضوع پر مختصر طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں، ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں اپنے احکام

وقوانین نافذ کرنے کیلئے بھیجا ہے، کیونکہ انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ کی اطاعت وبندگی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ انسان کی فرمانبرداری وتابعداری کا امتحان قدم قدم پر لیتا ہے، اس کے ایمان کو آزماتا ہے، اس کے اعمال وکردار کا امتحان لیتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ کون اپنے مقصدِ تخلیق پر پورا اترتا ہے اور کون اپنی حقیقت وفطرت سے روگردانی کرتا ہے، جو اپنے امتحان میں کامیاب ہوتا ہے اس پر انوار وتجلیات اور خیرات وبرکات کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں، اسکو عزت وعظمت اور شان وشوکت نصیب ہوتی ہے، اللہ رب العزۃ کی یہ صفت ہر بندے کے لئے ابتدائے آفرینش سے جاری ہے، اور اس کا اعلان قرآن کریم میں بھی صراحت سے کر دیا گیا ہے، ارشادِ ربانی ہے،

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، (پ۲ ع۳)

(ترجمہ) اور ہم تم کو آزمائیں گے تھوڑا بہت خوف سے اور قحط سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں میں کمی کر کے، اور بشارت دیدیجئے صبر کرنے والوں کو، کہ جب انکو کوئی مصیبت پہونچتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے ہیں اور انھیں کیطرف لوٹنے والے ہیں۔

معزز سامعین! اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتلا و آزمائش بہر صورت ہے، اور اسی سے کھرے کھوٹے اچھے برے کی پہچان ہوتی ہے اور ایمان کامل اور توحید خالص، توکل علی اللہ کی بدولت اعلیٰ مقام حاصل ہوتا ہے، جنت کی نعمتیں نصیب ہوتی ہیں، خدا کی رضا و خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور دنیا کی عزت و عظمت میسر ہوتی ہے، جنت میں جانا آسان ہے؟ نہیں! آپ جب کوئی چیز خریدتے ہیں تو پہلے اس کو دیکھتے ہیں، اس کو پرکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کیوں آپ کا امتحان نہیں لیں گے؟ جیسا کہ ارشاد ہے:

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ،

(ترجمہ) کیا تم لوگ گمان کرتے ہو کہ یونہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے بغیر اس کے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں یہ نہ جان لے کہ کون تم میں مجاہد ہے، اور جان لے کہ کون صبر کرنے والا ہے،

آزمائش مختلف نوعیت کی ہوتی ہے، کبھی تو قحط سالی میں ڈال دیا، کبھی خوف و ہراس میں مبتلا کر دیا، کبھی مال برباد ہو گیا، کبھی کوئی عزیز مر گیا، کبھی پیداوار نہیں ہوئی، گویا یہ تمام مصائب و آلام خداوند قدوس کا امتحان ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب میں آپ کو ایک عجیب و غریب امتحان کے بارے میں بتلانے جا رہا ہوں جس کا تاریخ انسانی میں نہ ایسا امتحان کسی سے لیا گیا اور نہ کسی

کو اس میں کامیابی ملی، یہ ابتلار و امتحان ایک باپ کے ہاتھوں ایک معصوم و محبوب بیٹے کو راہِ خدا میں قربان کر دینے کا امتحان تھا، محبت کے اُمڈتے جذبات کو ختم کر دینے کا امتحان تھا، ناتواں و بوڑھے وجود کے سہارے کو اپنے ہاتھوں ہلاک کر دینے کا امتحان تھا،

عزیزانِ گرامی! انبیار و مرسلین میں سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا جو مقام و مرتبہ عند اللہ ہے قرآن نے اس کو بار بار بیان کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو امام الناس فرمایا، خلیل اللہ کے لقب سے یاد کیا، ان کے طریقہ کو ملّتِ بیضار قرار دیا، ان کے ملت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملّت فرمایا، انکو رقیق القلب اور بُردبار کا خطاب عطا کیا،

یہ تمام مراتب و فضائل انکی پے در پے قربانیوں اور ایثار کے بدلے میں حاصل ہوئے، سیدنا ابراہیمؑ کی زندگی ایثار و قربانی، ابتلار و آزمائش سے بھری پڑی ہے، قدم قدم پر امتحان کے کٹھن مراحل سے گذرے اور ہر امتحان میں کامیاب ہوئے، اور بارگاہ ربّ العالمین سے تحفۂ رضا و خوشنودی اور سندِ قبولیت حاصل کیا، ارشادِ ربانی ہے،

وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ (پ۱ ع۱۵)

(ترجمہ) اور جب آزمایا ابراہیمؑ کو ان کے رب نے چند باتوں سے تو انھوں نے

ان کو پورا کر دکھایا،

سامعین کرام! حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانیوں، آزمائشوں پر سرسری نظر ڈالیے، آپ کو اعلانِ حق اور دعوت توحید کے جرم میں آگ کے دہکتے ہوئے شعلوں میں ڈالا گیا، مگر واہ رے شانِ نبوت کہ پائے استقلال میں لغزش بھی نہ آنے پائی، آخر کار امتیازی ثمرات سے کامیابی کا فرمانِ الٰہی جاری ہوتا ہے،

قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ (پ ۱۷ ع ۵)

(ترجمہ) ہم نے کہا کہ اے آگ تو ہمارے ابراہیمؑ پر گل وگلزار اور سلامتی کا باعث بنجا،

اور دنیا نے دیکھا کہ آگ نے ابراہیم علیہ السلام کو ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچایا یہ ایمانِ ابراہیمی کی کامیابی تھی، سیدنا ابراہیمؑ کی قربانی وایثار کا ثمرہ تھا، ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

دوسرا دور آتا ہے، حضرت ابراہیمؑ شباب کے دور سے گذر کر شیخوخت کی سرحد میں داخل ہو چکے ہیں اور اولاد کی نعمت سے محروم ہیں، بڑھاپے کے سہارے سے محروم ہیں، دل مشتاق اولاد کیلئے تڑپ رہا ہے، شفقتِ پدری کسی نوخیز کو آغوش محبت میں لینے کو بے تاب ہے، جب قرار نہیں آتا تو بیتاب دلِ مضطرب سے

اولاد کی دعار نکلتی ہے اگرچہ عمر کا وہ دور ہے جب اولاد کی امید نہیں ہوتی ہے مگر یہاں تو اسباب سے زیادہ اسباب پیدا کرنے والے کی قدرت پر ایمان و یقین ہے، دعار کرتے ہیں اور دعار قبول ہو جاتی ہے اور "فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ" کا پیغام آتا ہے، باپ حلیم ہے تو بیٹا بھی حلیم ہوگا، باپ بردبار ہے تو بیٹا بھی بُردبار ہوگا، والد مولود کی صفات میں یکسانیت کسی تابناک مستقبل کا پتہ دیتی ہے،

حضراتِ گرامی! آپ میں تقریباً ہر شخص باپ ہوگا، اور اولاد کی مسرت و عظمت سے آگاہ ہوگا اور اس لقب کا حال ذرا اس شخص سے پوچھئے جو بڑی آرزوں، تمناؤں اور دعاؤں کے بعد اس سے سرفراز ہوتا ہے، سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کا کیا حال رہا ہوگا، دل کے گلستاں میں ارمانوں اور امیدوں کے نہ جانے کتنے گلاب کھلے ہوں گے، دریائے شفقت نومولود کو سیراب کرنے کو بے تاب رہا ہوگا، مگر ادھر دل کی کلیاں کھلتی ہیں اور اپنی خوشبو پھیلا بھی نہیں پاتیں، دل کی آرزو پوری ہوئی اور ابھی شباب پر پہونچ بھی نہیں پاتی ہیں کہ امتحان کا اعلان ہوتا ہے، ایثار و قربانی کا مطالبہ ہوتا ہے، آرزوں، تمناؤں، امیدوں، خوشیوں، امنگوں کی قربانی مانگی جاتی ہے، حکم ہوتا ہے اس نومولود معصوم، لختِ جگر، نورِ نظر کو ہمارے لئے اپنے سے جدا کر دو، وادئ غیر ذی زرع میں بے آب و گیاہ چٹیل میدان مکہ میں ماں بیٹے کو ڈال دو، دوہری آزمائش ہے، ڈبل امتحان ہے، بیٹا بھی گیا، بیوی بھی گئی، آپ اور ہم ہوتے تو انکار کر دیتے، بس دیکھئے

پڑ جاتے، روتے گڑگڑاتے کہ بارالٰہی ابھی تو آرزوؤں کے دریچے کھلے ہیں، ابھی تو برسوں کی تمنا پوری ہوئی ہے، آنکھیں پیاسی ہیں، ابھی تو آغوش شفقت تشنہ لب ہے، یہ کیا ظلم ہے؟ یہ کیسا امتحان ہے؟ مگر، ہاں تو بیٹے اور رب کی محبت میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا تھا، ایک طرف نبوت و رسالت کا مرتبہ ہے تو دوسری طرف اپنے لخت جگر اور خون کا معاملہ ہے، فیصلہ ہوتا ہے اور آنِ واحد میں ہوتا ہے، جس فیصلہ کیلئے فرشتے گوش بر آواز تھے، جس فیصلہ کے لئے زمین و آسمان کان لگائے ہوئے تھے، ہوائیں ساکن تھیں، فضائیں خاموش تھیں کہ دیکھئے ابراہیم کیا کرتے ہیں، نبوت جیتتی ہے یا محبت؟ اور یہ انتظار ختم ہوتا ہے، سیدنا ابراہیم علیہ السلام آگے بڑھتے ہیں، بچہ کو گود میں لیتے ہیں، بیوی ہاجرہ کو تیار ہونے اور سفر کرنے کا حکم دیتے ہیں اور شام و عراق سے ایک مختصر مگر سب باوقار سب برگزیدہ قافلہ سوئے مکہ جا رہا ہے، پیکر تسلیم و رضا جا رہا ہے، خوگرِ صدق و صفا جا رہا ہے، دیوانۂ توحید و ایمان جا رہا ہے، امام الناس جا رہا ہے، خلیل اللہ جا رہا ہے، اَوَّاہٌ حَلِیۡمٌ جا رہا ہے، بلکہ یوں کہئے کہ صاحب کاروانِ ایمان جا رہا ہے، قافلۂ تسلیم و طاعت جا رہا ہے، کہاں سے کہاں تک؟ بظاہر آبادی سے ویرانے میں، خوشحالی سے بدحالی میں، راحت سے مصیبت میں، عشرت سے عسرت کی طرف، لیکن درحقیقت بصیرت والوں کیلئے یہ کاروان دنیا کا سب سے کامیاب کارواں ہے، سب سے زیادہ بامقصد سفر ہو رہا ہے، یہ ایک فرد یا ایک

خاندان کا سفر نہیں ہے بلکہ ایک نسل کا سفر ہے، ایک دور کا سفر ہے، یہ ملتِ بیضاء کا سفر ہے، یہ امام الانبیاء کا سفر ہے، یہ مرکزِ اسلام کا سفر ہے، یہ آفتابِ رسالت کا سفر ہے، یہ رحمۃ للعالمین کا سفر ہے، بظاہر گود میں اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ ہیں مگر انھیں کے صلب میں نورِ مصطفٰے سفر کر رہا ہے، شفیع المذنبین سفر کر رہا ہے، خاتم المرسلین سفر کر رہا ہے، آخر کیوں؟ تو لوگو! اس لئے کہ فاران کی چوٹیاں اسکا انتظار کر رہی ہیں، غارِ حرا، اسکا انتظار کر رہا ہے، سرزمینِ مکہ اس کی راہ تک رہی ہے، جبلِ ثور اس کا منتظر ہے، خاکِ مدینہ اس کی دیدار کا منتظر ہے، دیارِ حرم اس کی قدم بوسی کو بیتاب ہے، صحرائے عرب اسکا گلشن بننے والا ہے، بلدِ امین کی آبادکاری ہونے والی ہے، روح الامین کا ورود ہونے والا ہے، قرآن کریم کا نزول ہونیوالا ہے، کیا اب بھی کہیں گے کہ یہ خاک نما بُردباروں کا قافلہ ہے؟ کہئے یہ سفر تو کائنات کا سفر ہے، بحر و بر کا سفر ہے، شجر و حجر کا سفر ہے، کون و مکان کا سفر ہے، ارض و سما کا سفر ہے، اس لئے کہ یہ تمام مرہونِ منت ہیں اسی ذاتِ اقدس کے وجود کے، اسی رحمۃ للعالمین کے پیکرِ جمیل کے، وہ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا،

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ

برادرانِ ملت! آپ حضرات بھی سوچ رہے ہوں گے کہ بات تو ابراہیمؑ کی ہو رہی تھی محمدِ عربی کا تذکرہ چہ معنی دارد، تو بھائیو! جب ذکرِ خلیل اللہ ہو گا تو ذکرِ حبیب اللہ لازم ہے، قرآن نے

دونوں کو جوڑا ہے تو ہم کیونکر جدا کر سکتے ہیں، دیکھئے یہ قافلۂ ایمان ویقین، کاروانِ دعوت وعزیمت وادیٔ ام القریٰ میں قیام کرتا ہے، دھوپ کی شدت، آگ برساتا آفتاب، تپتی زمین، نہ سایہ نہ پانی، نہ آدم نہ آدم زاد، مگر منزل یہیں ہے، ابراہیم علیہ السلام اس امتحان میں بھی پورے اترتے ہیں، ایک اور امتحان میں سُرخرو ہوتے ہیں امتحان کا یہ مرحلہ تمام ہوتا ہے۔

خردمندانِ ملّت! سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی واپسی، حضرت ہاجرہ کا صفا ومروہ پر دوڑنا، پیاس سے جاں بلب، معصوم اسماعیلؑ کی محبت میں بیقرار ہونا، ماں کی ممتا کا جوش مارنا، اور انعام خداوندی کی شکل میں چشمۂ زمزم کا سنگلاخ جگہ پر اُبلنا، یہ تمام باتیں بار بار دہرائی گئی ہیں، تاریخ میں پڑھی گئی ہیں، تقاریر میں سنی گئی ہیں اسلئے میں اسی اشارے کے ساتھ ایثار وقربانی اور ابتلاء وآزمائش کے سب سے عظیم دور کو سامنے لانا چاہتا ہوں، ابراہیمؑ واسماعیلؑ کی عظمتوں اور فنا فی اللہ کا دھا کہ خیز واقعہ ذکر کرنے والا ہوں جس قربانی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یادگار اور شریعت کا درجہ دیدیا، محبت کا امتحان قرار دیدیا، ایمان کی جانچ کا معیار بنا دیا، اکثر تبہ صحابۂ کرام رضؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ، قربانی کی کیا حقیقت وتاریخ ہے؟ آپؐ نے فرمایا، سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ، یہ تمہارے جدِ امجد حضرت ابراہیمؑ کی سنت،

برادرانِ ملت! کئی سال گزر گئے تھے مکہ کی آب و ہوا میں اسماعیلؑ اپنی ماں کے ساتھ ممتا کی آغوش میں پرورش پا رہے تھے، پاؤں پاؤں چل رہے تھے، توتلی زبان سے باتیں کرنے لگے تھے، نوخیز کلی شگفتہ پھول بنتی جا رہی تھی، ماں کی آنکھیں دیکھ دیکھ کر قرار پا رہی تھیں، ممتا کو انھیں آغوش میں لے کر قرار آتا تھا جب شعور کی سرحد میں قدم رکھتے ہیں اور اپنے ماحول کا تجزیہ کرنے لگتے ہیں تو ایک دن حضرت ابراہیمؑ شام سے مکہ آتے ہیں، اور یہیں امتحان کی ابتدا ہوتی، خواب میں دکھایا جاتا ہے کہ عزیزانِ فرزندِ ارجمند کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کر رہے ہیں، تین دن تک برابر خواب آتے رہے تو خلیل اللہ نے رب ذوالجلال کی مشیت کو جان لیا کہ حقیقتاً لختِ جگر کو ذبح کرنے کا حکم ہو رہا ہے، سر اطاعت مشیتِ ایزدی کے سامنے خم کرتے ہیں، اس وقت اسماعیلؑ کہیں پر کھیل رہے تھے، لہٰذا پہاڑ پر چڑھتے ہیں، نگاہ دوڑاتے ہیں، نورِ نظر پر نظر پڑتی ہے اور پہاڑی سے آواز دی، اسماعیل ادھر آؤ! خدائے واحدِ قدوس کا پیغام سن جاؤ، حضرت اسماعیلؑ دوڑتے ہوئے والد محترم کی جناب میں حاضر ہوتے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ انھیں قریب بلا کر خدا کا پیغام سناتے ہیں،

قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ (پ ۲۳، ع ۷)

(ترجمہ) کہا! اے میرے بچے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں، تمہاری اس سلسلہ میں کیا رائے ہے؟

خردمندانِ ملت!

یہ عام مشورہ نہیں تھا، یہ معمولی بات نہ تھی، بلکہ جان کا معاملہ تھا، عبدیت کا امتحان تھا، اطاعت کا امتحان تھا، ایک نبی مشورہ کر رہا تھا دوسرے نبی سے، خلیل اللہ محوِ گفتگو تھے ذبیح اللہ سے، کائنات کا ذرہ ذرہ آج شانِ اطاعت کا عجیب و غریب منظر دیکھنے والا تھا، تاریخ اطاعت کا نیا باب کھلنے والا تھا،

شاید آپ سوچ رہے ہوں گے کہ جواب میں انکار ملا ہوگا، بھلا ایک نوخیز کلی، نودمیدہ گلاب، نورسیدہ جاں کیونکر اس بات کی تہہ تک پہونچ سکتی ہے، اور بالفرض حقیقتِ حال سمجھ لے تب بھی کیونکر اپنی جان دینے کو تیار ہوگی، مگر نہیں ایسا نہیں، یہ ہمارے اور آپکے بچے نہ تھے، یہ عام انسان نہ تھے، یہ تو پیکرِ تسلیم و رضا تھے، خوگرِ صدق و وفا تھے، عاشق رب العالمین تھے، معصوم اسماعیل کی جبینِ نیاز بارگاہِ ذوالجلال میں خم ہوئی، اپنے ابو جان کی نگاہ پڑتی ہے، اور ایمان و یقین، عزم و ہمت، اطاعت و بندگی سے لبریز آواز سنائی دیتی ہے، پدرِ بزرگوار! بس اتنی سی بات ہے؟ آپ تردد کیوں کر رہے ہیں؟ یہ تو عینِ سعادت ہے، یہی تو معراجِ بندگی ہے، یہی تو شانِ وفاداری ہے کہ ؎

جان دیدی، دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اباجان! شاید آپ سوچ رہے ہیں کہ اسماعیلؑ کو قبول نہ ہوگا، انکار کردیں گے، آیئے اور حکم خداوندی کی تکمیل کیجئے، سوچنے کا مقام نہیں ہے، آپ کا لخت جگر آپ کو مایوس نہیں کرے گا، سر مو انحراف نہیں کرے گا، قرآن نے اس جواب کو جاوداں بنادیا۔

قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِىٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ، (پ۲۳، ع۷)

(ترجمہ) کہا: اے اباجان! جس کا حکم دیا گیا ہے کر گذریئے انشاءاللہ آپ مجھ کو صابر پائیں گے۔

معزز سامعین! والد مولود کی اس ادا کو خداوند قدوس نے اتنا پسند فرمایا کہ عین اس وقت جب چھری حلقوم اسماعیلؑ پر پھرنے والی تھی، ارشاد ہوتا ہے۔

وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ، (پ۲۳، ع۷)

(ترجمہ) اور ہم نے پکارا کہ اے ابراہیمؑ آپ نے خواب سچ کر دکھلایا

ہم اسیطرح احسان کرنے والوں کو نوازتے ہیں اور بدلہ میں ذبح عظیم دیا،
آج ہماری قربانی اسی قربانی کی یادگار ہے، یہ صرف جانوروں
کی قربانی نہیں بلکہ پیروانِ ملتِ ابراہیمؑ کے ایمان کا امتحان ہے، بندگی و
فرمانبرداری کے جذبے کا امتحان ہے، رب العالمین نے ابراہیمؑ و اسماعیلؑ
کی اس نرالی ادا کو شریعت بنا دیا، آج ہماری قربانی اسی جذبۂ ایمانی اور
بے مثال عملی کردار کا مطالبہ کرتے ہیں، اسی طاعت و بندگی کا تقاضہ کرتی ہے،
جس کا ثبوت حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ علیہما السلام نے دیا، اللہ تعالیٰ
تمام مسلمانوں کو ملتِ ابراہیمؑ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

فرقہ وارانہ فساد

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام
علیٰ خاتم النبیین محمد رسول اللہ الامین
وعلیٰ آلہ واصحابہ المہدیین ومن اتبعھم
باحسانٍ الیٰ یوم الدین، وبعد :-

(شعر)

آگ ہے اولادِ ابراہیم ہے نمرود ہے
پھر کسی کو کیا کسی کا امتحاں مقصود ہے

صدر محترم، سامعین کرام!

بہت سے حساس مسائل، ایسے ہوتے ہیں، جن کو نہ چاہتے ہوئے بھی

موضوعِ بحث بنانا پڑتا ہے، اور انھیں نازک اور حساس مسئلوں میں ایک فرقہ وارانہ فساد اور مسلمانانِ ہند کا مسئلہ ہے، آج ہندوستان کے مسلمان اپنے نازک ترین دور سے گذر رہے ہیں، مختلف قسم کے مسائل سے دوچار ہیں، مصائب ومشکلات کے طوفان میں گھرے ہیں، فسطائیت کے حامی، فرقہ پرست افراد، ہندوستانی مسلمانوں کے خلاف متحد ہوکر ہندوستان جنت نشاں سے اسلام وحامیان اسلام کو ختم کرنے کے لئے سرگرم عمل ہیں اور برادران وطن کے دلوں میں مسلمانوں سے نفرت وتعصب کا بیج بوکر اس کی آبیاری وآبپاشی میں مصروف ہیں، انتہاپسند ہندو جماعتیں اپنی تمامتر طاقت وقوت صرف مسلمانوں کیخلاف نفرت انگیز بیانات، اشتعال انگیز نعروں اور توہین آمیز اعلانات اور ماحول کو کشیدہ کرنے والے اشتہارات پر صرف کررہی ہیں،

برادرانِ ملت! ہندوستان جو اپنے قدرتی حسن وجمال اور مناظر فطرت کی رعنائی ودل آویزی کے باعث جنت ارضی کہلاتا تھا، جو رشی منیوں، صوفی سنتوں کا دیش کہلاتا تھا، رام اور گوتم، نانک اور چشتی کا وطن کہلاتا تھا، جو اپنی مذہبی رواداری، قومی یکجہتی، ہندو مسلم ایکتا اور گنگا جمنی تہذیب کے بدولت شہرۂ آفاق تھا، اور جس دیش کی فضائیں چشتی کے پیغام امن اور نانک کے پیغام محبت، گوتم کے پیغام امن اور رام کے پیغام ... سے گونج رہی تھیں ... میں مغلوں کی رواداری، مرہٹوں کی خودداری

مسلمانوں کی وفاداری، چوہانوں کی بہادری، سکھوں کی جانبازی، ٹھاکروں کی اعلیٰ ظرفی، نوابوں کی عدل پروری، مہاراجوں کی وسعت قلبی کا چرچا ہوتا رہتا تھا، جس دیش میں مسلمان عرب تاجر امن کے پیامبر بن کر آئے تھے اور اس کے حسن وجمال پر فریفتہ ہو کر اسی کو وطن بنالیا تھا، اور ہندوستان کی سرزمین سے اپنا تعلق قائم کرلیا تھا، یہاں تک کہ گوناگوں رنگ برنگی تہذیب میں گھل مل کر اس دیش کی تعمیر وترقی کے لئے اپنے کو وقف کردیا تھا۔

آج بھی اس دیش کے چپہ چپہ پر ان مسلمانوں کی وفاداری ورواداری اولوالعزمی وحوصلہ مندی، تعمیر وترقی اور فنکاری کے نشانات موجود ہیں۔

معزز سامعین! آج وہی وطن جہاں چشتی نے پیغام حق سنایا تھا، جہاں نانک نے وحدت کا گیت گایا تھا، اور جس چمن میں پیار ومحبت کے پھول کھلتے تھے، اتحاد واتفاق کی ہوائیں چلتی تھیں، عدل وانصاف، اخوت ومساوات کے ترانے گونجتے تھے، شجاعت وبسالت، جود وسخاوت کا غلغلہ اٹھتا تھا، جس کے نیلے نیلے ساگر اور اونچے اونچے پربت دیکھ کر کسی شاعر نے بڑے فخر سے کہا تھا ؎

اونچے اونچے پربت اس کے نیلے نیلے ساگر
دھرتی جیسے پھوٹ بہی ہو دودھ کی گاگر

اور شاعر مشرق علامہ اقبال نے اپنے شہرہ آفاق ترانے میں تو ہندوستان کو سارے

جہاں سے اچھا کہدیا ہے ؎

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اسکی یہ گلستاں ہمارا

آج خوابوں کا وہی دیش ہندوستان فرقہ پرستی کی آگ میں جل رہا ہے، نفرت و تعصب کے شعلوں میں جھلس رہا ہے، ہندو مسلم فسادات میں بہنے والے معصوم انسانوں کے خونِ ناحق سے سرزمین ہند لالہ زار ہو رہی ہے، جہاں محبت کے ترانے گونجتے تھے وہاں اب بموں کے دھماکے ہو رہے ہیں، جہاں رام گوتم، نانک چشتی، صوفی سنت اور مہاتما گاندھی جیسے سپوت جنم لیتے تھے، اب اسی دیش میں ایڈوانی، اشوک سنگھل، بال ٹھاکرے اور عباس نقوی و سکندر جیسے کم بخت فرقہ پرست پیدا ہو رہے ہیں، جہاں گیان و دھیان کے شوقین سادھو امن و محبت کا پیغام سناتے تھے، اب اسی دیش میں سادھوؤں، سنتوں کو فرقہ پرست، نفرت و عداوت کے پرچار کے لئے استعمال کر رہے ہیں، جو ہندو کنیائیں، ہندوستان کی عصمت و عفت کی علامت تھیں، آج اوما بھارتی اور رسمبھرا کے بھیس میں مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی کر رہی ہیں، جو بہن بھائی کے پیار کی نشانی تھی، آج مذہب کے نام پر ایک ہی دیش کے کروڑوں بھائیوں کیخلاف دوسرے بھائیوں کو بھڑکا رہی ہے، اور جن دیش بھگتوں نے بھارت کی وحدت و سالمیت کے لئے ہندو مسلم ایکتا اور قومی یکجہتی کے لئے اپنی جانیں قربان کی تھیں، آج انھیں کا

نام لینے والے وطن پرستی کا دعویٰ کرنے والے افراد وجماعتیں اپنی اپنی سیاست جمانے کے لئے علیحدگی پسندی اور دہشت گردی اور فرقہ پرستی کے رجحانات کو ہوا دے رہے ہیں۔

برادرانِ اسلام! اس وقت عظیم ہندوستان میں دہشت گردی اور علیحدگی پسندی کی جو خطرناک فضا قائم ہوگئی ہے اس سے ہمارے مہان بھارت کی اکھنڈتا اور سالمیت کو زبردست خطرہ لاحق ہوگیا ہے پنجاب، کشمیر، آسام میں دہشت گردوں کا راج ہے، اتر پردیش اور بہار میں فرقہ پرستوں کا دور دورہ ہے، ہر طرف بدامنی، انارکی، شرانگیزی فتنہ پروری، ریشہ دوانی ہے، مفاد پرست عناصر حصول اقتدار کے لئے ہندوستان کو فرقہ پرستی کی نہ بجھنے والی آگ میں جھونک رہے ہیں اور ہندوستان ان حالات کی وجہ سے سیاسی و اقتصادی بحران کا شکار ہے لیکن سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہندوستان میں جتنے بھی فسادات ہوتے ہیں، فرقہ پرستی کی جتنی بھی تحریکیں چلتی ہیں اور جتنے بھی اشتعال انگیز نعرے لگائے جاتے ہیں، ہر ایک کا نشانہ صرف مسلمانانِ ہند ہوتے ہیں! اس وطن میں مسلمانوں کو جس نظر سے دیکھا جاتا ہے اور ان کے خلاف جس قسم کے جذبات واحساسات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ منصوبہ بند طریقے اور سوچے سمجھے پلان کے تحت صرف ایک ہی مقصد ہے کہ کس طرح مسلمانانِ ہند کو نیست و نابود کیا جائے؟

سامعینِ کرام! صدیوں کی غلامی کے بعد بڑی جد و جہد اور قربانی کی بدولت ہندوستان پندرہ (۱۵) اگست ۱۹۴۷ء میں انگریزوں کی چنگل سے آزاد ہوا تھا، طویل تاریکی کے بعد آزادی کا سورج طلوع ہوا تھا، ہمارے دیش کے ہندو مسلم رہنماؤں نے ناقابلِ برداشت مصائب و آلام جھیل کر اور اپنا عیش و آرام تج کر کے آزادی کی نعمت حاصل کی تھی، اور بہت سوچ سمجھ کر سیکولرزم کا راستہ اختیار کیا تھا تاکہ مختلف ادیان و مذاہب اور نظریات و عقائد کے حامل کروڑوں ہندوستانی خود مختاری و آزادی کی حقیقی دولت سے سرفراز رہیں، دستوری طور پر ہر مذہب کے ماننے والوں کو فکر و عمل کی آزادی حاصل رہے، شہری حقوق، قانونی و عدالتی سہولیات حاصل رہیں، لیکن کسے معلوم تھا کہ آزاد ہندوستان وطن پرست مسلمانوں کے لئے جہنم کدہ بنایا جائے گا، اور فرقہ پرستی کا زہریلا ناگ ہر فرد کو ڈس لیگا، سیکولرزم اور شوسلزم کا سہانا سپنا دکھا کر مسلمانوں کو عضوِ معطل بنا دیا جائیگا، ہندوستانی کے نام پر مسلمانوں کو بھارتی کرن کرنے کی کوشش کیجائیگی، قومی دھارے میں شامل ہونے کی تحریک چلا کر مشرکانہ تہذیب اختیار کرنے پر مجبور کیا جائیگا، اور اسلام کا نام لینے کے جرم میں ان کو فساد کی بھٹی میں جھونک دیا جائیگا، مسلمانوں کی عبادت گاہوں اور مقدس مقامات پر مندر ہونے کا بے ثبوت و بے دلیل الزام لگا کر حملہ کیا جائیگا، اور مسلمانوں کو غیر ملکی اور گھس پیٹھ کہہ کر انکو سرکاری ملازمتوں اور حکومتی اداروں سے بے دخل کیا جائے گا،

ان کے اثر درسوخ کو ختم کرنے کیلئے نفرت و عداوت کا پرچار کیا جائیگا،

مسلمانو! طاغوتی و فرعونی طاقتوں نے ہر دور میں اسلام کے روشن چراغ کو گل کرنے کی ناکام کوششیں کی ہیں، مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنے کیلئے تحریکیں چلائی ہیں، معرکہ آرائیوں، ریشہ دوانیوں، فتنہ پردازیوں کا سہارا لیا ہے، اس لئے کہ حق کی آواز باطل پرستوں کیلئے ناقابل برداشت رہی ہے، اسلام کی چودہ سو سال کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے حق و باطل، نور و ظلمت کا یہ ٹکراؤ ہمیشہ جاری رہا ہے، کسی نے اسی مناسبت سے خوب کہا ہے ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

ہندوستان میں بھی تاریخ یہی فرقہ وارانہ فسادات اور فرقہ پرستی کے عنوان سے دہرائی جارہی ہے اور ادھر آزادی کے بعد سے ان حملوں میں اور بھی تیزی آگئی ہے۔ آپ آزاد ہندوستان کی پچاس (۵۰) سالہ تاریخ پر نظر ڈالیئے، ہندو مسلم فسادات کے نام پر مسلم کشی کا ایک طویل سلسلہ نظر آئیگا، تین سو پینسٹھ (۳۶۵) دن میں چار سو (۴۰۰) سے زائد فسادات صرف ہندوستان ہی کا امتیاز ہے اور وہ بھی یک طرف مسلمانوں کے پاکیزہ لہو سے ہولی کھیلنے کیلئے ہوتے ہیں،

مسلمانو! فسادات ہندوستان کی روایت بن گئی ہے، فرقہ پرستی

یہاں کی تہذیب بن گئی ہے، فرقہ پرستوں نے اپنے گھناؤنے مقاصد کو پورا کرنے کیلئے فرقہ پرستی کو ہوا دی، آج ہندوستان کی فضا میں فرقہ پرستی مسلمانوں سے نفرت و تعصب اور اسلام سے بغض و عناد کا زہر اتنا زیادہ شامل ہو گیا کہ پوری فضا مسموم ہو گئی ہے، ہر سنجیدہ فطرت انسان اس ماحول میں شدید گھٹن کا شکار ہے آج گھر گھر میں گاؤں گاؤں اور دیہات دیہات میں تعصب و نفرت کے شعلے بھڑک رہے ہیں، قدم قدم پر نفرت و عداوت کا اظہار ہوتا ہے اور فرقہ پرست افراد جگہ جگہ مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی میں مصروف ہیں، اشتعال انگیز نعرے، توہین آمیز بیانات، دھمکی آمیز اعلانات، اہانت آمیز اشتہارات اور زہر بھرے کیسٹ کے ذریعہ ہندو مسلم اتحاد کی صدیوں پرانی روایات کی مضبوط دیوار کو ڈھانے میں مصروف ہیں، محبت بھرے دلوں میں نفرت کے بیج بو رہے ہیں، بھولے بھالے معصوم لوگوں کو وحشت خیزی اور درندگی کی تعلیم دے رہے ہیں، مسلمانوں کو قتل کرنے کے لئے برچھیاں، تلواریں اور ترشول تقسیم کر رہے ہیں اور کھلے عام دستور و قانون کی دھجیاں اڑا رہے ہیں، عدلیہ و انتظامیہ کا مذاق اڑا رہے ہیں۔

مسلمانو! ان جنونی فرقہ پرستی وطن کی یکتا سالمیت کے دشمن، مادر وطن کی عصمت و عزت، اور آبرو و عفت کے سوداگروں کو تمہارے خون کا چسکہ لگ گیا ہے، مسلمانوں کے پاکیزہ لہو سے ہولی کھیلنا، مسلم بستیوں کو نذر آتش کرنا، مسلم معصوم بچوں کو نیزوں پر اچھالنا، مسلم نوجوانوں کو تہ تیغ

کرنا، مسلم عورتوں کو بے آبرو کرنا، نوخیز دوشیزاؤں کے گوہر عصمت کو لوٹ لینا مسلمانوں کے دوکان و مکان اور آشیانے کو بموں کے دھماکے سے اڑا دینا اتنا عام ہے کہ امن و امان اور انسانیت و مروت کا تصور بھی ختم ہو چکا ہے، آج یہاں کا مسلمان غیر یقینی کیفیت کا شکار ہے۔

مسلمانو! ہندوستان کے بیس کروڑ مسلمانوں کے سروں پر ہر وقت خوف و ہراس کے بادل منڈلاتے ہیں، فسادات کی تلواریں لٹکتی رہتی ہیں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کب کیا ہو جائے، کس جگہ فساد کے شعلے بھڑک اٹھیں، کیا کوئی مسلمان فرقہ پرستی سے لبریز فسادات کے آگ میں جھلستے ماحول میں اعتماد کے ساتھ زندگی بسر کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں،

بھائیو! بھاگلپور، میرٹھ، ملیانہ، مرادآباد، بجنور، بدایوں، دربھنگہ، رانچی، احمدآباد، مئو میں مسلمانوں کے لہو سے ہولی کھیلنے والے درندہ صفت انسان آج اتنے جری ہو گئے ہیں کہ تمہاری عبادت گاہوں پر نظریں لگائے ہیں، آج فرقہ پرست جماعتیں دعویٰ بلا دلیل کر رہی ہیں کہ مسلمانوں نے ہندوستان پر قبضہ کر کے یہاں کی ہزاروں مندروں کو مسجدوں میں تبدیل کر دیا ہے، بابر، اکبر، جہانگیر و شاہجہاں، اورنگ زیب اور ٹیپو فرقہ پرست تھے، غاصب تھے، ان حکمرانوں نے مسلمانوں اور ہندوؤں کو اجاڑا ہے، مندروں پر قبضہ کیا ہے، میں انکو تو اس لائق بھی نہیں سمجھتا کہ جواب دوں لیکن اتمام حجت کے طور پر صرف

ٹیپو سلطان و حیدر علی کی ہند نوازی اور مذہبی رواداری کی چند ایک مثالیں دیتا ہوں وہ بھی صرف اس لئے کہ ٹیپو سلطان پر بہت کیچڑ اچھالی گئی ہے،

مہاتما گاندھی اپنے اخبار "ینگ انڈیا" کے تیئس جنوری انیس سو تیس کے شمارے میں لکھتے ہیں،

"ٹیپو سلطان نے مندروں کے لئے بڑی فیاضی کی، جائدادیں وقف کیں اور خود اس کے محل کے چاروں طرف شری ونکٹارمنا، شری نواس اور شری رنگ ناتھ کے مندر تھے، ان کی موجودگی سلطان کی وسعت نظری اور رواداری کی مثال ہے، اور میسور آثار قدیمہ ۱۹۱۶ء کی رپورٹ میں صراحتہً ذکر ہے دیون ہلی کے مندر میں جو پاپوش استعمال ہوتا ہے وہ حیدر علی کا عطیہ ہے، سرنگا پٹنم کا سب سے بڑا مندر رنگ ناتھ حیدر علی کا تعمیر کروایا ہوا ہے، اسی طرح میسور میں جتنے بھی مندر تعمیر ہوئے انھیں حیدر علی نے جاگیریں اور عطیات دئے، اور ٹیپو سلطان کے انیس فوجی افسروں میں ۱۰ ہندو ۹ مسلم تھے، اس کے تیرہ (۱۳) وزیروں میں ۷ ہندو اور ۶ مسلم تھے، اور اس کے استاذ گوردھن پنڈت تھے"

میسور آثار قدیمہ اور مہاتما گاندھی کے یہ بیانات اور تحریریں ان فرقہ پرستوں کے منہ پر طمانچہ ہیں۔ وہ شاید بھول گئے کہ اکبر اعظم کا سپہ سالار راجہ

مان سنگھ تھا۔

مسلمانو! آج یہ جنونی فرقہ پرست وطن فروش ہندو مسلم اتحاد کے دشمن بھارت کے ایکتا کے مخالف تم کو غدار وطن کہتے ہیں، غیر ملکی ہونے کا الزام دیتے ہیں اور تم سے وطن دوستی کا ثبوت مانگتے ہیں، ان کو بتاؤ کہ غدار وطن کون ہے؟ اور محب وطن کون ہے؟ ؎

پہلے یہ طے کرو کہ وفادار کون ہے
پھر وقت خود بتائیگا غدار کون ہے

مسلمانوں کی تاریخ سے یہ بے بہرے تعصب کی نگاہ سے ہر ایک کو دیکھنے والے یہ فرقہ پرست عناصر شاید یہ بھول گئے کہ پرچم حریت بلند کرنے والے مسلمان تھے، انگریزوں سے ٹکر لینے والے مسلمان تھے، جذبہ آزادی پیدا کرنے والے مسلمان تھے، کیا فرقہ پرست اور انتہا پسند جنونی حضرات یہ بھول گئے کہ ۱۸۵۷ء کا انقلاب مسلمانوں نے برپا کیا تھا، شاملی کے میدان میں مسلمانوں نے جوہر شجاعت دکھایا تھا

مسلمانو! ان فرقہ پرست فسادیوں سے پوچھو کہ بتاؤ "ریشمی رومال تحریک" کا بانی کون تھا؟ اسیر مالٹا کون تھا؟ سبھاش چندر بوس کی آزاد ہند فوج کا کمانڈر کون تھا؟ لندن کی گول میز کانفرنس میں ہندوستان کی مکمل آزادی کا مطالبہ کرنے والا کون تھا؟ اور "الہلال" کے ذریعہ انگریزوں کو للکارنے والا کون تھا؟ کراچی کی عدالت میں کفن ساتھ لیجانیوالا

کون تھا؟ اور آزادی کے سر فروشوں، حریت کے متوالوں کو انقلابی ترانہ ؎

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

کس نے دیا تھا؟ بتاؤ! کیا تم شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی کو بھول گئے؟ کیا شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کو بھول گئے؟ کیا امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کو بھول گئے؟ کیا جنرل شاہنواز کو بھول گئے؟ کیا عطاء اللہ شاہ بخاری کو بھول گئے؟ کیا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کو بھول گئے، کیا مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کو بھول گئے؟ کیا رفیع احمد قدوائی کو بھول گئے؟ کیا تمہیں ڈاکٹر ذاکر حسین بھی یاد نہیں؟ سچ بتاؤ؟ کیا تم کو شہید اشفاق اللہ خان بھی یاد نہیں؟ ویر عبدالحمید بھی یاد نہیں؟

یاد تو ہوگا تمہیں منظر جلیاں والا ∴ گھومتا ہوگا نگاہوں میں خونی نقشہ

کون تھا سینہ سپر کھائی تھی کس نے گولی
خون سے کس کے وہاں کھیلی گئی تھی ہولی
آج تم کل کی ہر اک بات بھلا بیٹھے ہو
قصہ خوانی کی حکایات بھلا بیٹھے ہو، (مشتاق شیدائی خیرآبادی)

مسلمانو! ان احسان فراموشوں نے تمہاری قربانیاں بھلا دی ہیں، نفرت وکدورت نے ان کے ذہن و دماغ کو سوچنے کی صلاحیت سے محروم کر دیا ہے، ورنہ ہندوستان کا چپہ چپہ ہمارا احسان مند ہے، ہمالیہ کی

سربلندیاں تمہاری عظمتوں کی گواہ ہیں، مالا بار اور سندھ کے ساحل تمہارے قدموں کو بوسہ دے چکے ہیں، انھیں وادیوں میں مجاہدین کے لشکر ٹھہرتے تھے، گنگا اور جمنا بھی تمہاری پاکبازی کی امین ہیں، تم نے اس دیش کو گہوارۂ امن بنایا، مرکزِ علم وفن بنایا، اسلامی عدل وانصاف اور اخوت ومساوات سے روشناس کرایا، زیورِ تمدن وتہذیب سے اس کو سجایا، تاج محل کی خوبصورتی ورعنائی سے سنوارا، جامع مسجد کی پاکیزگی سے نوازا، قطب مینار کی بلندی سے اس دیش کا معیار بلند کیا، لال قلعہ کی عظمتوں سے اس کی شان میں اضافہ کیا، چار مینار کی دل آویزی ودل ربائی سے اس کو سرفراز کیا، تم نے اس دیش کو دولت وثروت سے مالا مال کیا، اور جب وقت پڑا تو اپنے لہو کا دان دیکر مادرِ وطن کی عصمت وآبرو کو محفوظ رکھا، لیکن آج تمہارے ہی لہو سے یہ درندے اپنی پیاس بجھارہے ہیں، تمہارے معصوم بچوں کو داغِ یتیمی دے رہے ہیں، تمہاری عفت مآب عورتوں کو بے آبرو کررہے ہیں، تمہاری نوخیز دوشیزاؤں کا گوہرِ عصمت لوٹ رہے ہیں، تمہاری بستیوں کو نذرِ آتش کررہے ہیں، اور یہ سب کچھ حکومت کے زیرِ سایہ ہوتا ہے، پی اے سی اور فورس کی حمایت میں ہوتا ہے، آج امن وقانون کے محافظ ہی تمہارے سب سے بڑے دشمن ہیں، عین نمازِ عید میں مسلمانوں پر رائفلوں سے آگ برسانے والے پی اے سی کے افراد تھے، ہاشم پورہ اور ملیانا میں سینکڑوں معصوم انسانوں کو ختم کرکے دریا میں بہانے والے پی اے سی کے افراد تھے، آہ! آج مسلمان اتنا

حقیر ہو گیا ہے کہ اس کی لاش پر کھیتیاں اگائی جائیں، اور حد تو یہ ہے کہ بابری مسجد کا
تالا کھلوا کر فرقہ پرستی کو نقطۂ عروج پر پہنچانے کی ذمہ دار حکومت ہے ہاشیلا نیاس
کروا کر فرقہ پرستوں کو کھلی چھوٹ دینے والی حکومت ہے، اسی کو کہتے ہیں کہ جن
پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

جب وقت پڑا تھا گلشن پر مجھ سے ہی لہو کا دان لیا
میرے ہی لہو کے چھینٹوں سے ہولی بھی منائی لوگوں نے

برادران! آج ہندوستان میں تمہارے دین و مذہب کو سخت خطرہ
لاحق ہے، نمرود وقت، فرعون زمانہ تمہارے ایمان کی صداؤں
کو آزماتے ہیں، اولادِ ابراہیم پر فرقہ پرستی کی آگ بھڑکا رہے ہیں، لیکن کیا یہ
ممکن ہے کہ اشوک سنگھل، بال ٹھاکرے اور ایڈوانی جیسے حقیر انسان مسلمانوں کا کچھ
بگاڑ سکیں؟ مگر آج مسلمانانِ ہند کیوں دہشت زدہ ہیں؟ کیوں فکر مند ہیں؟
مسلمان اور فکرِ دنیا؟ مسلمان اور فکر موت؟ مسلمان اور دشمنوں سے خوف؟ مسلمان
اور فرقہ پرستوں سے ہراساں؟ یہ ناممکن ہے! محال ہے!

مسلمانو! مگر کہنا پڑتا ہے کہ آج ہندوستان کے بیس کروڑ مسلمان خوف
زدہ ہیں اس لئے کہ وہ شانِ مسلمانی نہیں جو ایک مسلمان کا
سرمایہ ہے، وہ جوشِ ایمانی نہیں جو تمہارا طرۂ امتیاز ہے، تم تو الحمدللہ بیس کروڑ ہو ذرا
ان تین سو تیرہ (۳۱۳) مسلمانوں کو یاد کرو جبکہ ساری دنیا ان کی مخالف تھی، مگر بے سر و

سامانی کے باوجود ہزاروں پر غالب تھے۔ ذرا اپنے حالات سے مکہ کے ان مسلمانوں کا موازنہ کرو جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ مصائب و آلام میں گذرتا تھا، مگر پھر بھی مشرکین ان سے خوف زدہ تھے، ذرا سوچو تو یہ آیت کن لوگوں کی شان میں نازل ہوئی ہے لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ، (ترجمہ) نہ پست ہمت بنو اور نہ غم کرو اور تمہیں سر بلند ہوگے اگر تم مومن بنکر رہو، اور کن لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ (ترجمہ) اور کتنی کم تعداد جماعتیں کثیر تعداد جماعتوں پر غالب آگئیں؟ اللہ کے حکم سے۔

مسلمانو! شرک و کفر اپنی فطرت پر عمل کر رہے ہیں، یہ فسادات اور فرقہ پرستی کوئی نئی چیز نہیں، یہ تو نور و ظلمت کا ٹکراؤ ہے، حق و باطل کا ٹکراؤ ہے۔ اپنی تیرہ سو سالہ پرانی تاریخ پر نظر ڈالو، ہر دور میں دشمنانِ اسلام قصر اسلام پر حملہ آور ہوتے ہیں، فرعونی و طاغوتی طاقتوں نے تمہارے وجود کو ختم کرنے کی کوشش کی ہیں، سفینۂ دین کو غرقاب کرنے کی چالیں چلی ہیں، اور آج بھی وہی ہو رہا ہے، کیا صلیبیوں کی یلغار بھول گئے؟ کیا تاتاریوں کی یورش یاد نہیں؟ اور اب ہندوستان میں تم کو آزمایا جا رہا ہے، تمہارے ایمان کا امتحان لیا جا رہا ہے۔

مسلمانو! اپنے دستوری حقوق کو استعمال کرو، احتجاج کرو، حکومت

سے اپنا حق مانگو، عدالتی چارہ جوئی کرو، لیکن تمہارا اصل سہارا اپنے خالق و مالک سے ہونا چاہیئے، اسی کی نصرت وعنایت طلب کرو، اسی سے اپنا دکھ درد کہو، مگر اپنے کو اس لائق تو بناؤ کہ خدا کی نصرت و برکت نازل ہونے لگے، اپنے ایمان میں پختگی پیدا کرو، اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرو، عمل کو درست کرو، اپنی پیشانیوں سے مسجدوں کو آباد کرو، عداوت و نفرت سے اپنے دلوں کو خالی کرو، ذاتوں کی تفریق ختم کردو، سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاؤ، ان فرقہ پرستوں کے لئے شیر ببر بن جاؤ، صلاح الدین ایوبی بن جاؤ، خالد سیف اللہ بن جاؤ، حیدر کرار بن جاؤ، اور وطن فروشوں کو بتا دو کہ ؎

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار لے چکا ہے تو امتحاں ہمارا

مسلمانو! یہ تمہیں دھمکیاں دیتے ہیں، ان سے صاف کہدو کہ اپنی ناپاک ذہنیت کو تبدیل کرلیں، اپنی زبانوں کو لگام دیں ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمانانِ ہند بھی صبر کا دامن چھوڑ دیں اور پھر خون کی ندیاں بہانا شروع کردیں، اور سنو مسلمان موت سے نہیں ڈرتا، اس کیلئے تو مرنا بھی شہادت ہے، اعزاز ہے، باعث فخر ہے، اور زندہ رہنا بھی انعام ہے،
مسلمان اپنا خون گراسکتا ہے، اپنی اولاد کو کٹوا کر صبر کرسکتا ہے، بستیوں کے جلنے پر چپ رہ سکتا ہے لیکن جب حملہ براہ راست اس کے دین پر

ہوگا تو سُنو اور کان کھول کر سنو کوئی مسلمان برداشت نہیں کر سکتا، آج فوج کے ذریعہ ان نہتے مسلمان کو کٹوا دو گے لیکن دو کے بیدا ہونگے تیسرے پیدا ہونگے، تمہاری زندگی عذاب بن جائیگی، آخر کیوں ان بے چارے بھولے بھالے ہندو بھائیوں کو بھڑکا رہے ہو؟

اے ظالمو! کیوں ہندو مسلم اتحاد کو پارہ پارہ کر رہے ہو؟ کیوں صدیوں پرانی روایات توڑ رہے ہو؟ کیوں ہندوستان کو جہنم میں جھونک رہے ہو؟ اس وطن کو قومی ایکتا کی عدالت رہنے دو، اس کی اکھنڈتا کو باقی رہنے دو، کیا تم سوچتے ہو کہ اس ترنگے کی جگہ بھگوا جھنڈا لہرا دوگے؟ کتنے احمق ہو جس جھنڈے کی آبرو کیلئے ہزاروں نہیں لاکھوں جانیں قربان ہو گئیں، کیا تم اس کو بدل کر اپنا بھگوا جھنڈا لہرا دوگے؟ آج تم رام جی کا نام لے کر اپنا پیٹ پال رہے ہو اور دوسروں کی جیب صاف کر رہے ہو، کیا رام چندر جی کی یہی تعلیم تھی؟ کیا گوتم نے یہی سکھایا تھا؟ کیا کرشن مہاراج نے یہی آدیش دیا تھا؟ آؤ تم کو محبت کا پیغام دیتے ہیں، فرقہ پرستی کو بند کرو اور ہمارے ساتھ مل کر کہو کہ ؎

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

،، وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ ،،

تخلیقِ انسان
اور
خوبصورتی

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام
علیٰ سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ
اجمعین الیٰ یوم الدین، اما بعد؛
فقد قال اللہ تعالیٰ فی القرآن الکریم، لَقَدْ خَلَقْنَا
الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ، پ ۳۰، ع ۲۳،

عزیزانِ گرامی! آج کی اس بزم میں نماز، روزہ کا ذکر نہیں کرونگا، حج و زکوٰۃ کے موضوع پر نہیں بولونگا،

صدقات وخیرات کی باتیں نہیں کرونگا، نوافل واذکار کا تذکرہ نہیں کرونگا، بلکہ میں آج انسان کو موضوع سخن بنارہا ہوں، آپ کی اور اپنی تخلیق کی داستان سنارہا ہوں، اشرف المخلوقات کے فضائل سناؤں گا، خلیفۃ اللہ فی الارض کے واقعات سناؤں گا، یعنی انسان کی انسانیت پر کلام کروں گا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو کیوں پیدا فرمایا،

برادرانِ اسلام! مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھالا ہے، بھائیو! مخلوقاتِ خدا کا شمار نہیں اور ان تمام مخلوقات میں اپنے حسن تخلیق کے اعتبار سے انسان سب سے خوبصورت ہے، سب سے حسین وجمیل ہے، اس کا ظاہر بھی خوبصورت ہے، اس کا باطن بھی خوبصورت ہے، اسکی صورت بھی حسین ہے، اس کی سیرت بھی حسین ہے، اس لئے کہ اس کی تخلیق کا مقصد سب سے عظیم ہے، اس کو خالق ارض وسما نے اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے، اپنی خلافت کے لئے پیدا فرمایا ہے، اس کو شریعت وکرامت کا تاج عطا کیا ہے، عظمت وجلالت کا تاج مرحمت فرمایا ہے، اور اس کو عقل وفہم، علم وفن کی دولت سے سرفراز فرما کر دنیا کی تمام مخلوقات پر اسکو ممتاز بنایا ہے،

برادرانِ ملت! پہلے میں انسان کے حسن ظاہر کا ایک واقعہ عرض کرتا ہوں، حالانکہ انسان کی شرافت وکرامت،

عظمت وجلالت، شان وشوکت، عزت وحشمت کا اصل معیار اس کا حسن سیرت ہے، اس کا جمالِ باطن ہے، اس کا کمالِ ایمانی ہے، لیکن ذرا غور کیجئے تو سہی کہ رب العالمین نے اس خاکی انسان کو کتنا نوازا ہے؟ کس طرح سنوارا ہے؟ کیسے کیسے نکھارا ہے؟ تو عزیزو! اس کے جمالِ ظاہری اور حسنِ صورت کا واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ ہارون رشید کا وزیر عیسیٰ بن موسیٰ اپنی مہ رُخ پری پیکر بیوی کے ساتھ چاندنی رات میں اپنے محل کے چمن زار میں محو ناز تھا، مشغولِ راز ونیاز تھا کہ فرطِ جذبات میں، شوقِ محبت میں اس کی زبان سے یہ جملہ نکل گیا کہ اگر یہ بدرِ کامل تم سے زیادہ حسین وجمیل ہے تو تم کو تین طلاق! یہ کہنے کو تو کہہ گیا لیکن فوراً ہوش آیا کہ یہ کیا کہدیا، بیوی سے بے پناہ محبت تھی، بے حد پیار تھا، گھبرا گیا، پریشان ہوگیا، فوراً دوڑا دوڑا ہارون رشید کی خدمت میں حاضر ہوا سارا واقعہ سنایا کہ غضب ہوگیا میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی، کوئی صورت نکالئے ورنہ مر جاؤں گا، فراق وجدائی کا جان لیوا تصور مار ڈالیگا، ہارون نے اپنے دور کے علماء عظام کو بلایا، مفتیانِ کرام کو بلایا، سب کے سامنے یہ مسئلہ رکھا گیا، ہر ایک نے فتویٰ دیا کہ طلاق ہوگئی ہے، اس لئے کہ چاند سے زیادہ خوبصورت کوئی انسان نہیں ہوسکتا، چاند تو سراپا ضوفشاں ہے، منور وتاباں ہے، طلاق میں کوئی شبہ نہیں، لیکن سیدنا امام اعظم کے ایک شاگرد خاموش تھے سب علماء کرام بول چکے تو انھوں نے فرمایا کہ طلاق نہیں ہوگی، سب نے [illegible]

کیونکہ معمولی بات نہ تھی، تمام علماء کرام کی مخالفت ہو رہی تھی، سب نے بیک زبان پوچھا کس دلیل کی روشنی میں یہ دعویٰ کر رہے ہیں؟ تو معلوم ہے کہ انہوں نے کیا دلیل قائم کی، انھوں نے یہی آیتِ کریمہ پڑھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ، جواب ہو گیا، حکمت و دانائی کا خزانہ تھا، سب نے برملا کہا، بے شک طلاق نہیں ہو گی، اس لئے کہ انسان کیلئے اَحْسَنْ اسم تفضیل کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، اور کسی مخلوق کے لئے یہ صیغہ نہیں آیا ہے اس لئے انسان خلقتاً سب سے خوبصورت ہے۔

برادرانِ اسلام! یہ حسنِ ظاہر، یہ صورتِ باہر، یہ جمال و کمال کس کو ملا ہے، آپ نے غور کیا آپ کو ملا ہے، ہم کو ملا ہے انسانِ خاکی کو ملا ہے، ظلوم و جہول کو ملا ہے، جزوع و منوع کو ملا ہے، یہ وہی تو ہے جو ایک ناپاک قطرہ سے پیدا کیا گیا، یہ وہی تو ہے جو ایک حقیر پانی سے وجود میں آیا، یہ وہی تو ہے جو ایک بیجان لوتھڑا تھا، مگر اس ذاتِ کریم نے اس کو نواز دیا، سنوار دیا، جس صورت میں چاہا ڈھال دیا، لیکن یہی حقیر و عاجز انسان ان انعامات کے بعد اپنے خالق و مالک سے بغاوت کرتا ہے، اس کے احسانات کو فراموش کر دیتا ہے، اور طاعت و بندگی کی راہ چھوڑ کر کفر و شرک، عصیان و طغیان کی راہ پر چلنے لگتا ہے، کبھی اپنے کو اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کہتا ہے، کبھی اصنام و اوثان کو اپنا معبود بناتا ہے، کبھی شیطان کی پیروی کرتا ہے اور بھول جاتا ہے کہ اس کو

بنانے والے نے، اسکو سنوارنے والے نے، اس کو اپنی اطاعت و بندگی کے لئے پیدا کیا، اس کی عظمت و شوکت کا راز، اس کی شرافت و کرامت کا راز، اس کی تابعداری میں ہے، اس کی اطاعت شعاری میں ہے، اسکی فرمانبرداری اور عبادت گذاری میں ہے، اور وہ اپنی فطرت و طبیعت پر قائم رہتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ کی عملی تفسیر بنا رہتا ہے، اگر پھر نہ وہ اشرف المخلوقات ہے، افضل الخلائق ہے، اجمل الخلائق ہے، اور نہ اس کا حسن ظاہری، اس کا جمال صورت اس کو عذاب خدا سے نہ بچا سکے گا، قرآن کریم انسان کو اسکی خود فریبی سے آگاہ کرتا ہے اور احسانِ خداوندی کو یاد دلاتا ہے اور کہتا ہے،

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ ، (سورۃ الانفطار)

(ترجمہ) اے انسان کس چیز نے تم کو تمہارے مہربان رب سے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے، جس رب نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو برابر کیا پھر تم کو معتدل بنایا، اور جس صورت میں چاہا تم کو ڈھال دیا۔

برادرانِ ملت! پروردگار عالم نے مسلمانوں کے لئے ہر آیت میں ہدایت رکھی ہے، فلاح و بہبود کی منزل ہر آیت

میں رکھی ہے، مگر کیا بتاؤں آج تک ہمارے دلوں نے یقین نہیں پکڑا کہ کلام پاک اللہ کا کلام ہے یا کسی بندے کا کلام ہے،

دوستو اور بزرگو! قرآنِ کریم کے ہر پارے میں، ہر آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی ذات و صفات انوکھے انداز میں سمجھایا، اور کمال ہے کہ مخلوق اپنے خالق کو بھی نہیں پہچانتی، اسے کس طرح سمجھایا جائے، آپ بالکل ابتدا کی طرف آئیں، ہر چیز مٹیریل کے اعتبار سے تیار ہوتی ہے، آپ کو معلوم ہے ساری دنیا کہتی آئی ہے کہ گڑ ڈالو گے تو گڑ کا مزہ آئے گا، شکر ڈالو گے تو شکر کا مزہ آئے گا، یعنی جیسا مٹیریل ہوگا ویسا ہی مال تیار ہوگا،

دوستو! کبھی انسان نے اپنے مٹیریل کی طرف غور کیا کہ میں کس چیز سے بنا ہوں، کبھی آدمی نے سوچا کہ میرا مٹیریل کیا ہے؟ حالاں کہ قرآنِ کریم نے للکار کر کہا ہے،

وَجَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ، أَلَمْ نَخْلُقكُّم مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ، میں نے تجھے ذلیل پانی سے بنایا گندے پانی سے بنایا،

هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا، میں نے تجھے اسی چیز سے بنایا جس چیز کا نام تیرے ماں باپ لینا گوارہ نہیں کرتے، اپنی اصلیت پہچانو اور حقیقت جانو، پھر میں نے بغیر اسباب کے پیدا کیا،

ذرا توجہ کرو کہ فرمایا کہ تیری ماں ساگ کھایا کرتی تھی اور میں اندر اندر آنکھیں بنا رہا تھا، آپ سارے جہاں کو دیکھ لیجئے، ماں گاجر کھاتی ہے اندر دل بن رہا ہے، ماں روٹیاں کھاتی ہے اندر دماغ بن رہا ہے، ماں دال کھاتی ہے اندر اندر زبان بن رہی ہے، یہ سب کس نے بنائے، زمین، آسمان، چاند، سورج، کم سے کم ان سب چیزوں کو ہی دیکھ کر خدا کی خدائی کو تسلیم کر لو، تمہاری ماں روٹیاں سبزیاں، ترکاریاں، گوشت، دال کھاتی ہے، اور اندر ہڈیاں تیار ہو رہی ہیں، ادھر تیری ماں چائے پیتی ہے، اور اندر کتنا بہترین اور خوبصورت چہرہ بنتا جاتا ہے،

اللہ رب العزت فرماتا ہے، يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ،

اور میرے بندے میں نے تجھے تین اندھیروں میں پالا، ماں کے پیٹ کا اندھیرا، جھلی کا اندھیرا، رحم کا اندھیرا، ماں کو پتہ نہیں کہ ماں سوئی ہوئی ہے میں اندر اندر بنا رہا ہوں، تیری ماں کام کاج میں لگی رہتی ہے اور میں تجھے بنانے میں لگا رہتا ہوں، یہ پیارے پیارے ہونٹ کس نے بنائے، یہ پیاری پیاری آنکھیں کس نے بنائیں، یہ کان کس نے بنائے، اس کان کے اندر جھلی کس نے بنائی، یہ زبان کس نے بنائی، یہ دل و دماغ کس نے دیئے، فرمایا اے میرے بندے کبھی غور تو کر، ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ، تیری رگ رگ بنانے والا میں ہوں، اور اے میرے بندے، تجھے کبریائی کی قسم تیرے سر میں جتنے

بال ہیں کسی اور کا بنایا ہوا نہیں ہے بلکہ میں نے ہی بنایا ہے، ہاتھ کو کون بنا سکتا ہے پیر کون بنا سکتا ہے؟ دل و دماغ کون بنا سکتا ہے؟ دل و دماغ میں سوچنے کی طاقت کس نے رکھی؟ زبان کے اندر بولنے کی طاقت کس نے رکھی؟ کانوں کے اندر سننے کی طاقت کس نے رکھی؟ فرمایا ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ میرے بندے سب چیزوں کا پیدا کرنے والا میں ہوں،

آخیر میں اللہ رب العزت سے دعا کیجئے کہ اللہ ہم سب کو کہنے اور سننے سے زیادہ عمل کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

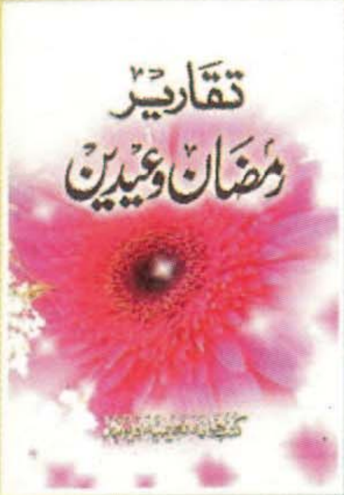

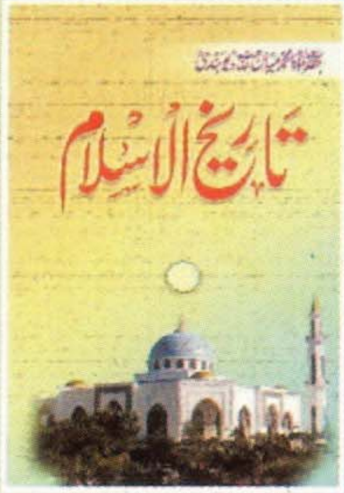

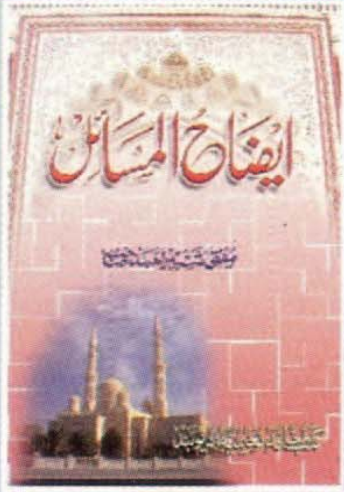

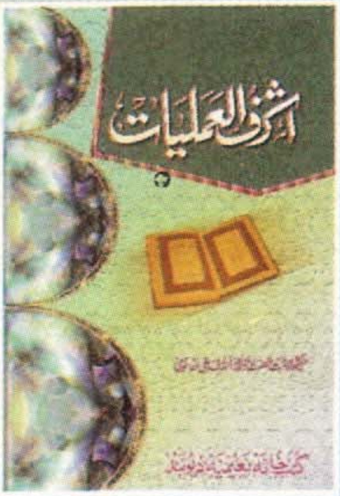

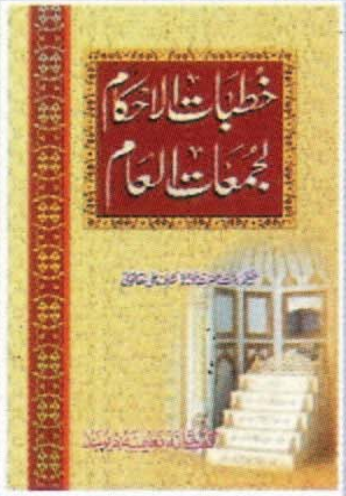

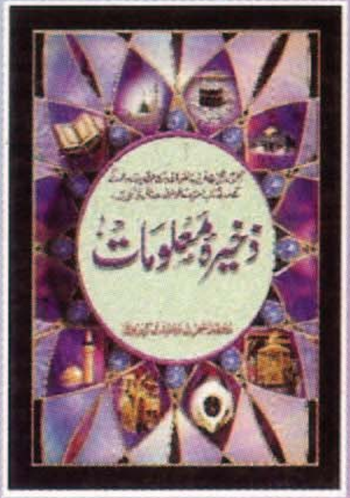

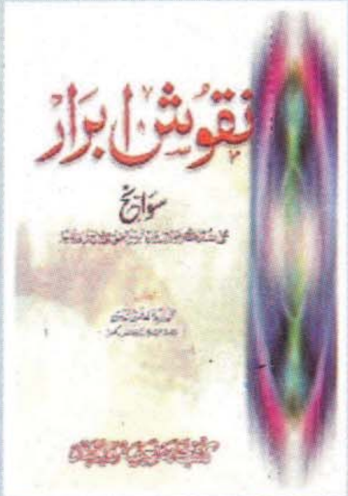

NAIMIA BOOK DEPOT

DEOBAND-247554 (U.P.) INDIA

Ph: (01336) 223294(O) 224556(R) 01336-222491(FAX)

e-mail - naimiabookdepot@yahoo.com

Azeem Computers 09411485040

Rs.70.00